گولڈن جوبلی کی مناسبت سے

ماہنامہ

العصر

پشاور
پاکستان

کا خصوصی نمبر

آزادی میں علماء سرحد کا کردار

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمن

نومبر دسمبر ۱۹۹۷ء
رجب شعبان ۱۴۱۸ھ

جامعہ عثمانیہ
پشاور صدر

Scanned with CamScanner

بحمد اللہ آئندہ تعلیمی سال نمبر۶ یعنی شوال ۱۴۱۸ھ سے ترقی کا ایک اور زینہ
لیکر اللہ تعالیٰ کے مقدس نام سے ابتداء کر کے

جامعہ عثمانیہ پشاور

نے

درجہ سادسہ (عالیہ سال آخر)

کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے۔ خواہش مند طلباء نیچے دیئے ہوئے نظام اوقات کے مطابق
دفتر اہتمام سے رجوع کر کے داخلہ امتحان میں شریک ہو سکتے ہیں۔

قدیم طلباء کے داخلہ کی تجدید — ۷ فروری ۱۹۹۸ء بروز
جدید طلباء کا داخلہ — ۸، ۹، ۱۰ فروری (امتحان)
• درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی و الافتاء کا داخلہ — ۱۱ فروری بروز بدھ
جبکہ بدھ کے دن تحریری امتحان میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کا تقرر ہوگا۔
واضح رہے کہ تحریری امتحان کا پرچہ روزانہ صبح دس بجے شروع ہوگا۔

مولانا حسین
ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ العصر پشاور

قیمت: ۱۵ روپے

جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 11-12

مجلسِ ادارت

سرپرست: شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ
پی ایچ ڈی مدینہ منورہ

مدیرِ مسئول: مفتی غلام الرحمٰن ○ نائب مدیر: مولانا ذاکر حسن نعمانی

نومبر دسمبر 1997ء / رجب شعبان 1418ء

اس شمارے میں

دہشت گردی یا دین دشمنی	صدائے عصر	2
تحریک آزادی اور علماء	مفتی غلام الرحمٰن	7
اسلام اور تصور آزادی	مولانا ذاکر حسن	10
تحریک آزادی کا پس منظر	مفتی نجم الرحمٰن	16
تحریک آزادی اور فتوی	حاجی صاحب ترنگزئی	16
آزاد مدرس کی تحریک کا پس منظر	ایضاً	28
چند نامور مجاہدین کا تذکرہ		
حاجی صاحب ترنگ زئی	حمید اللہ جان	58
مولانا سیف الرحمٰن	ڈاکٹر نوشاد خان	89
مولانا عبدالخالق	ڈاکٹر محمد حنیف	94
حاجی محمد امین	مولانا محمد قاسم	107
مفتی عبدالقیوم پوپلزئی	مولانا محمود احمد	134
حکیم عبدالسلام ہزاروی	عتیق الرحمٰن	131

بدلِ اشتراک

فی پرچہ: ۷ روپے
سالانہ اندرونِ ملک: ۷۰ ″
بیرونِ ملک: ۱۵ ڈالر

رابطہ

فون دفتر: ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

خط و کتابت

ماہنامہ العصر پوسٹ بکس ۱۲۰۹
جامعہ عثمانیہ پشاور کینٹ پاکستان

ترسیلِ زر

ماہنامہ العصر اکاؤنٹ نمبر ۸۸۰۷
یونائیٹڈ بنک
سنہری مسجد روڈ پشاور صدر

پبلشر

مفتی غلام الرحمٰن

مقام اشاعت: جامعہ عثمانیہ
عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر
پرنٹرز: وحدت پرنٹرز پشاور

صدائے عصر

مدیر مسئول ۔۔۔

دہشت گردی یا دین دشمنی؟

جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور عالم اسلام کے نامور محقق و مصنف حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار 12 نومبر 1997ء بمطابق یکم رجب 1418ھ اتوار کے دن ایک بجے کے قریب مدتوں سے جاری دہشت گردی کے شکار ہو کر واصل حق ہوئے آپ کے ساتھ جامعہ کے دیرینہ فاضل اور فعال استاد حدیث حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع اور ڈرائیور محمد طاہر بھی شہید ہوئے - انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی -

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم 1944ء میں دہلی میں پیدا ہوئے - قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہونے پر تعلیم کا ابتدائی تعلق دارالعلوم نانک واڑا سے جوڑا جلد ہی آپ کی دور اندیشی فہم و فراست اور خوش قسمتی نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کے دامن تربیت کا انتخاب کرکے جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے دیرپا وابستگی حاصل کی۔ زندگی کیا بلکہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتوں کے لگائے ہوئے سرسبز د شاداب باغ "جامعہ" کی آبیاری کے لئے خون کا نذرانہ پیش کرکے آخری آرام گاہ بھی آپ کے جوار میں حاصل کی - دورہ حدیث سے فراغت کے بعد جامعہ سے تخصص فی الحدیث کیا - بعدازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے - وہاں پر چار سال استفادہ کے بعد جب واپس تشریف لائے تو جامعہ میں تدریسی اور تصنیفی سرگرمیوں میں ہمہ تن مشغول رہے - اسی دوران 1981ء میں کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی - 1991ء میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد آپ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مقرر ہوئے -

آپ طبعی طور پر کم گو، خاموش مگر زیرک، معاملہ فہم اور مزاج شناس شخصیت کے

مالک تھے - جامعہ کے اہتمام کی ذمہ داریوں سے قبل آپ کا تعارف جامعہ کے حلقہ تک محدود رہا - آپ ہمہ وقت تدریس یا تصنیف میں مصروف رہتے حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں جب جامعہ میں وفاق المدارس کے امتحان کے سلسلہ میں پہلی دفعہ حاضری ہوئی تو حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا امداد اللہ صاحب کی رفاقت میں آپ کے کتب خانہ میں ملاقات ہوئی - تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم نے آپ کو کتابوں کے درمیان تحقیقی کاموں میں مصروف پایا - ہمیں بتایا گیا کہ یہ کتب خانہ ڈاکٹر صاحب کی دنیا ہے - درس گاہ سے فراغت کے بعد آپ ہمہ وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں - آپ کے ذوق تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی زندگی میں آپ "مجلس دعوت و تحقیق اسلامی" اور دار التصنیف کے نگران مقرر ہوئے - بعض اطلاعات کے مطابق پچاس کتابیں آپ نے لکھیں - لیکن آپ کی شبانہ روز محنت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اب بھی آپ کا ڈسک کئی مخطوطات سے بھرا پڑا ہو - اہتمام کے گوناگوں مصروفیات کے باوجود سفر و حضر میں آپ لکھنے کی طرف متوجہ رہتے - گزشتہ سال وفاق المدارس کے سلسلہ میں سوات کے ایک سفر میں رفاقت نصیب ہوئی - جہاں کہیں آپ کو پانچ دس منٹ کا وقت مل جاتا تو ضائع کئے ہوئے بغیر جیب سے کاپی و قلم نکال کر مصروف ہو جاتے اس وقت شاید آپ کسی کتاب کا ترجمہ کر رہے تھے

تدریس اور تصنیفی خدمات میں ہمہ وقت مشغول رہنے کی وجہ سے جامعہ کے حلقہ میں آپ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ آپ پر گوشہ نشینی غالب ہے - درس گاہ یا کتب خانہ سے باہر نکلنے کا نام آپ نہیں لیتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اس دوران کسی تنظیم سے وابستگی یا کسی اضافی ذمہ داری کا بوجھ آپ نے نہیں اٹھایا لیکن اہتمام کے بوجھ اٹھانے کے بعد آپ کے احساس ذمہ داری بھی آپ کی اہم خوبی ہے آپ نے گوشہ نشینی یا خلوت پسندی کو خیرباد کہہ کر ہر میدان میں فعال کردار ادا کیا - منصب اہتمام میں آپ کے پیش رو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ نے جامعہ کے منصب اہتمام کو ایسی ہمہ گیری اور فعالیت بخشی تھی کہ جو بھی اس منصب پر آتا وہ صرف جامعہ کی مسئولیت کا بوجھ نہ اٹھاتا - بلکہ اس کے ساتھ کراچی کی سطح پر مسلک دیوبند سے وابستہ مراکز و

Scanned with CamScanner

مساجد، ملکی سطح پر وفاق المدارس العربیہ کے مدارس و معاہد اور جہادی تنظیموں کی سرپرستی بھی شامل تھی۔ چنانچہ آپ جب مہتمم مقرر ہوئے تو آپ نے اس منصب کا حق ادا کرتے ہوئے پوری توجہ اور دل جمعی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اس میدان میں آتے ہوئے آپ کی طبعی خلوت پسندی یکسر تبدیل ہوئی۔

وفاق کی سطح پر ناظم اعلیٰ مقرر ہونے پر صدر وفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا دست راست بن کر ہر میدان میں مدارس کی سرپرستی فرمائی۔ آپ کی حسن کارکردگی پر آفرین کہ ہر میدان میں جوہر کمالات دکھلائے۔ تاہم مروجہ سیاسی میدان سے دور رہتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتیں تعلیمی میدان کے لئے وقف کیں۔

آپ کی شہادت کے موقع پر کراچی میں کامیاب ہڑتال بلکہ پورے ملک میں چند روز تک احتجاجی تحریک سے آپ کی شخصیت کی ہمہ گیری اور علماء و طلباء کے دلوں میں بنائے مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

آپ کی شہادت کے موقع پر ظالموں نے جس بربریت کا مظاہرہ کیا کہ پہلے گولی ماری اور پھر گاڑی پر بم پھینک کر لاشیں ایسی جھلس گئیں کہ پہچان مشکل رہی۔ علماء اور پھر ایسے خدا ترس اور دین دار علماء کے ساتھ ایسا سلوک کرنا کسی مسلمان کے ہاتھ کا کام نہیں ہوسکتا۔ لیکن جن ہاتھوں نے یہ کام کیا ہے۔ دو ہفتے گزرنے کے باوجود آج تک اس کا تعین نہیں ہوسکا۔ خود حکومتی ذرائع تہہ تک پہنچنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ چند سالوں سے کراچی میں جاری فسادات اور دہشت گردی میں اس کا تعین بھی مشکل ہے۔ کچھ حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ لسانی فسادات کا شاخسانہ ہے۔ کراچی کے حالات کو بد سے بدتر بنانے میں کچھ مدت سے جو قوت متحرک ہے یہ اس کی مسلسل کارروائیوں کا ایک حصہ ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے مذموم مقاصد پورے کرسکیں۔ بعض لوگ یہ خدشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وقوعہ کے ایام جامعہ کی ایک شاخ واقعہ پاپوش نگر میں مدرسہ اور مسجد پر جھگڑا چلا آرہا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی جناب ڈاکٹر صاحب اس تنازعہ کے فیصلہ سے واپس آرہے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ اس واقعہ میں ان لوگوں کا ہاتھ ہو اور یوں یہ کہیں مذہبی تعصبات اور منافرت کا نتیجہ نہ ہو۔

بعض حلقے افغانستان کے طالبان سے جامعہ کے دیرینہ تعلقات اور فعال کارکردگی کو

مدنظر رکھتے ہوئے یہ شبہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ افغان طالبان کی مخالف قوتوں نے جامعہ بنوریہ ٹاؤن کو طالبان کا مرکز سمجھ کر یہ حملہ کیا ہو۔

جہاد کشمیر میں برسرپیکار فعال تنظیم حرکت الانصار کی سرگرمیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ اس تنظیم کے بعض اہم اراکین جن میں کچھ ہندوستان میں قید بھی ہیں ان کا تعلق بھی اس ادارہ سے رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حرکت انصار کے اہم اراکین کا جامعہ سے دیرینہ تعلقات کا سہارا لیتے ہوئے "را" نے یہ مذموم حرکت کی ہو۔ بلکہ گزشتہ ماہ "حرکت الانصار" کے بارے میں امریکہ کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے یہ بھی امکان ہے کہ کہیں مبینہ دہشت گرد تنظیموں کے مراکز کو امریکہ نے ہدف بنا کر یہ حرکت کی ہو۔ بہر حال جو بھی ہو یہ حکومت وقت کا فرض ہے کہ جارح ہاتھ کا تعین کرکے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ بھاری مینڈیٹ کی دعویدار حکومت اگر ایسے جرائم کے انسداد کی طاقت نہ رکھتی ہو اور ملک کے وفادار اور مخلص شہریوں کو جان و مال کا تحفظ فراہم نہیں کرسکتی ہو' تو پھر اس کو حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں۔ بھاری مینڈیٹ جب ملک کی معیشت اور اقتصادی بد حالی کا علاج نہ کرسکے۔ کراچی' لاہور اور اسلام آباد میں معصوم شہری کی حفاظت نہ کرسکے تو پھر یہ کیسی بیماری کی دوا ہے۔ آئے دن ظالمانہ ٹیکسوں کے اجراء اور لوٹ کھسوٹ کے لئے کبھی بھی شہریوں نے ان کو ووٹ نہیں دیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ پر صرف علماء کرام کا نہیں بلکہ پورے ملک کے دین دار طبقہ کے احتجاج اور اظہار غم سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک کے عوام کے دل و دماغ میں دین کی عظمت اور علماء کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ 1977ء میں نظام مصطفیٰ کے بعد کبھی ایسی کامیاب ہڑتال نہیں ہوئی ہے۔ جو ہڑتال حضرت ڈاکٹر کی شہادت کے موقع پر اہل کرچی نے کی۔ لیکن اس کے ساتھ ارباب اقتدار کی سرد مہری اور غافلانہ رویہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ سرکاری ذرائع ابلاغ نے شہادت کی خبر شائع کرنے میں کتنے تکاسل کا مظاہرہ کیا۔

اس نازک موقع پر علماء کرام کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے کہ بعض معمولی قسم کے اختلافات سے باطل کتنا فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی وحدت کی طاقت کو کیسے تہس

نہس کر سکتا ہے ۔ اولا تو آپس کی رائے کے اختلاف کو کفر و اسلام کا مسئلہ بنانا کہیں دانش مندی نہیں ایسی صورت میں کسی ذاتی رائے کو تفوق دینے کے بجائے دوسرے کی رائے کو سننا چاہئے ۔ اگر باہمی طور پر قوت برداشت پیدا ہو ۔ تو یقیناً" بے دین لوگ علماء کے آپس کے اختلافات کا بہانہ بنا کر کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے ۔ جس سے مسلمانوں کی وحدت کا شیرازہ بکھر سکے ۔ یہ احساس ہونا چاہئے کہ ایک عالم کی رحلت سے امت کو کتنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے ۔

" موت العالم موت العالم " یعنی کسی عالم کی وفات پوری دنیا کی بربادی کے مترادف ہے ۔ اس کے احساس کا ادراک نہ حکومت کرسکتی ہے اور نہ کوئی دوسرے ادارے ۔ یہ احساس ہماری نئی نسل کو کرانے کے لئے علماء کرام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے ۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

شمس الرحمٰن عفی عنہ

۵/۸/۱۴۱۸ھ ۔

مفتی منعم الرحمٰنی

تحریک آزادی اور علماء!!

ہم نے پاکستان کو اپنی آنکھوں سے بنتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہم اس کے لئے
ی ہوئی عظیم قربانیوں کے چشم دید گواہ ہیں - ساٹھ پینسٹھ سال یا اس سے زائد عمر رکھنے
لے بڑوں کی زبان اور اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابیں ہماری معلومات کے ماخذ و
راجع ہیں - یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ تاریخی مواد مرتب کرنے والے عموماً ان خوبیوں اور
صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں جو کسی مورخ کے لئے لازمی سمجھی جاتی ہے - ہماری
جوان نسل کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی کتابیں یا رسائل عموماً ایسے لوگوں کے ہاتھوں کی
لکھی ہوئی ہیں - جن کے اذہان عموماً" علماء کی مخالفت میں سوچتے ہیں - ایسے حضرات کے
یک تاریخ پاکستان اس وقت تک نامکمل ہے جب تک اس میں یہ عنوان شامل نہ ہو
علماء پاکستان کے وجود کے مخالف ہیں - گویا اس کا اظہار ان کے فرائض منصبی کا لازمی
ر ہے - یہ اس منفی پروپیگنڈہ کا اثر ہے کہ بعض لوگ علماء کے نام سے الرجک ہیں -
ی عالم کا نام سننا گوارا نہیں کرتے بلکہ وہ تمام منفی کردار کا سبب علماء قرار دیتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر کی آزادی کے موقع پر ہمارے بعض اکابرین
نے تقسیم ہند کی مخالفت کی - جن میں شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی ؒ
رت ہیں - ان حضرات نے اکھنڈ بھارت میں مسلمانوں کی اجتماعی خیر خواہی سمجھی یہ
بات ہے کہ اکھنڈ بھارت میں ہندو درندوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اقلیت کی
ت میں ان کے حقوق کا تحفظ کیسے ممکن تھا؟ اس کے لئے قابل عمل پالیسی ان
ت نے سوچ کر تب یہ نظریہ اپنایا - الحمد اللہ آج ہم پاکستان میں مکمل یکسوئی سے بغیر
وف کے اسلامی تشخص اپنا سکتے ہیں - جو یقیناً" ہندوؤں کے ساتھ رہ کر ہمارے
کن نہ تھا - لیکن اس کے مقابلہ میں ان مسلمانوں کی کیا حالت ہے جو ہندوستان میں
ں کے مقابلہ میں قلیل تعداد میں اپنی زندگی کے دن گن رہے ہیں یا مشرقی و مغربی
ن کے عنوان سے ہمارے لئے جو نقشہ مقرر کیا گیا تھا اور ایک سازش کے تحت
ن کی عظیم قوت کو تین حصوں میں تقسیم کرکے ایک کو پاکستان دوسرے کو بنگلہ

Scanned with CamScanner

دیش اور تیسرے حصہ کو ہندوستان میں اقلیت میں رکھا۔ ان اکابرین علماء کو مسلمانوں کی یہ تقسیم گوارا نہ تھی، اس لئے ان حضرات نے مسلمانوں کی تقسیم کی مخالفت کی جس کو آج کتابوں میں پاکستان دشمنی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ ان حضرات کی نظر میں اگر مسلمانوں کی طاقت متحد رہتی ہے ممکن ہے کسی وقت برصغیر پر دوبارہ مسلمانوں کے ماضیہ کی تاریخ دہرائی جاتی لیکن تقسیم سے اس کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام علماء نے یہ نظریہ اپنایا بلکہ ایسا ہی اکابرین کی ایک بڑی جماعت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسے حضرات نے نہ صرف پاکستان بننے کی حمایت کی۔ بلکہ محمد علی جناح اور اس کے رفقاء کے ساتھ مل کر گراں قدر قربانیاں دیں۔ جیسا کہ عام مسلمان اس مسئلہ میں دو گروہوں میں بٹ گئے تھے ایسا ہی ہمارے علماء کرام بھی کسی ایک جانب پر متفق رہنے کی بجائے دو مختلف نظریات کے حاملین ٹھہرے۔ لیکن یہ واضح ہو علماء کرام کے ان اختلافات میں بنیادی طور پر مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ منظور نظر تھا۔

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جب پاکستان بن گیا تو علماء نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کے لئے وقف کیں آج تک کسی عالم کو ملک دشمنی سرگرمیوں میں ملوث نہیں پایا گیا بلکہ اس میدان میں ہمارے اسلاف نے یہ موقف اپنایا کہ پاکستان کی مثال اس مسجد کی ہے جس کی بنیاد رکھتے وقت کچھ اختلاف ہو۔ کچھ لوگ ایک نقشہ کے حق میں ہوں اور دوسری طرف لوگ دوسرے نقشہ پر مصر ہوں بلکہ کچھ مسجد بنانے کے حق میں ہوں اور کئی لوگ خاص حالات کی وجہ سے اس جگہ پر مسجد بنانا نہیں چاہتے ہوں۔ اگرچہ ابتدائی طور پر ہر ایک کو اختلاف کا حق ہے لیکن ایک دفعہ باقاعدہ مسجد بن جانے کے بعد کسی کے لئے اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ مسجد بن جانے کے بعد یہ تمام مسلمانوں کا مذہبی ورثہ سمجھا جائے گا۔ اس کی حفاظت ابھی تمام مسلمانوں کا مشترکہ فریضہ ہے ایسا ہی پاکستان بن جانے کے بعد اکابرین نے رات دن ایک کرکے اس ملک کی خدمت کی۔ جہاں کہیں اس کو پسینہ کی ضرورت پڑی تو وہاں علماء نے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ علماء نے خلوص کے ساتھ ہر آڑے وقت میں قربانی دی اور اس ملک کی سرسبزی و شادابی کو اپنے خون سے تر و تازہ رکھا۔ اگر اس سے ذرا آگے جا کر ہم انگریزوں کے مقابلہ کی

Scanned with CamScanner

کا مطالعہ کریں کہ برصغیر سے اس ظالم اور جابر کو نکلنے پر کس نے مجبور کیا؟ تو
اس میدان میں قربانی دینے والوں کی فہرست میں ہمیں ہر طرف علماء ہی نظر آئیں
اگر ملک کے چوہدری، نواب، خان اور دوسرے القابات والے روسا انگریز کو اپنی
ی کی قسمیں کھا کر "سر" خان بہادر جیسے القاب پاتے ہیں۔ وہاں علماء حق اس کی
"اسیر مالٹا" کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اگر خوانین اور نوابوں کو ان کی بے
ملک و قوم اور مذہب سے غداری کے عوض بھاری جائیداد اور جاگیریں ملتی ہیں تو
علماء کے بے باک کردار اور قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے اپنی جائیدادوں سے محروم
جا رہا ہے اور یہ قانون بنایا جاتا ہے کہ کسی عالم کے نام جائیداد و غیر منقولہ کا انتقال
ہوگا۔ لیکن افسوس اور صد افسوس ہے کہ پھر بھی یہی خوانین تلبیسی حربے
ر کرنے کی وجہ سے تاریخ کے اوراق میں مسلمانوں کے خیر خواہ ٹھہرے اور علماء بے
ے بے وفا قرار دیئے گئے۔ حالانکہ لائبریریوں کی ریکارڈ آج ان خود ساختہ وفاداروں
ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط سے بھری پڑی ہیں۔ اگرچہ یہ موضوع مستقل طور پر
ن کا محتاج ہے کہ انگریز کو اس ملک سے نکالنے میں علماء کا کیا کردار رہا؟ یقیناً" اس
ن میں علماء کے فعال کردار سے چشم پوشی تاریخ جھٹلانے کے مترادف ہے۔ "گولڈن
" کی مناسبت سے ادارہ العصر نے مناسب سمجھا کہ اگر برصغیر یا پورے ملک کے علماء
کردار کے تذکرہ سے ہم قاصر ہیں تو کم از کم صوبہ سرحد کے علماء کے کردار کا کچھ
ضرور ہونا چاہئے۔۔

اس میں بھی ہمیں اقرار ہے کہ اس نمبر کی اشاعت کے لئے جس محنت اور تگ و
ی ضرورت تھی ہم مصروفیات کی وجہ سے وہ محنت نہ کرسکے چنانچہ بار بار اشاعت کے
ہونے کے باوجود یہ کوشش تاخیر کا شکار رہی۔ آج تیسری جلد کا آخری پرچہ بشمول
مبر و دسمبر "تحریک آزادی میں علماء سرحد کا کردار" کے عنوان سے شائع کر رہے
چونکہ سرحد کے علماء کی قربانیوں کے تذکرہ میں صوبہ سرحد کے مایہ ناز مصنف اور
ب قلم عزیز جاوید صاحب کی "حاجی ترنگ زئی" قیمتی ذخیرہ ہے۔ اس لئے موضوع
مناسبت سے کچھ حصہ من و عن شائع کر رہے ہیں اور اس موضوع پر یہ کتاب
نا تردید دستاویز ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے چند مضامین شامل ہیں۔ اس سے یقیناً"

بقیہ صفحہ ۲۷ پر

اسلام اور تصور آزادی

مفتی ذاکر حسن نعمانی

آزادی ہر انسان کا فطری حق ہے۔ ہر انسان کو ماں نے آزاد جنا ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی جنس اور نوع کے کسی فرد کو اپنا غلام بنائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی قوم نے کسی دوسری قوم کی غلامی کو برداشت نہیں کیا۔ اگرچہ غیر مسلم کیوں نہ ہو۔ ایک وقت تھا کہ امریکہ بھی برطانیہ کے زیر تسلط تھا۔ آخر کار وہاں کے باشندوں نے جارج واشنگٹن کی راہنمائی میں آزادی حاصل کی۔ دنیا کے بہت سے ممالک دوسروں کے زیر تسلط تھے۔ دنیا میں زیادہ تر ممالک برطانیہ کے غلام رہے ہیں۔

برطانیہ خود دنیا کے 1/16 حصے پر قابض ہے لیکن حکومت 1/4 پر کی ہے۔ برطانیہ نے دنیا کے جن ممالک پر حکومت کی ہے ان میں ہندوستان سر فہرست ہے۔ 1601ء میں انگریز تجارت کے بہانے آیا اور 1757ء میں ہندوستان کی حکومت براہ راست تاج برطانیہ کے ساتھ جوڑ دی گئی۔ سر زمین ہند پر مسلمان مغل بادشاہ سینکڑوں سال سے حکومت کرتے چلے آرہے تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں سمیت تمام بسنے والی قوموں نے کبھی بھی ان نیلی آنکھوں والے مکار اور عیار اجنبی کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب قوموں نے مل کر آزادی کی تحریک چلائی اور اپنے دشمن کو ملک بدر کرنے پر مجبور کردیا۔

اسلام اور حریت

حضور ؐ کا دین انسانی حریت اور آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے اس دین نے انسانوں کو توہمات سے آزادی بخشی۔ بادشاہوں کے جبر و استبداد سے آزادی دلوائی۔ بلکہ جانوروں کی آزادی بھی سلب کرنے کی اجازت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر ایسا پرندہ ہو جو پالنے کے باوجود ہلتا نہیں تو اس کو قفص میں بند کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ایسے پرندے کو پنجرے میں بند کرنا اس کی آزادی کو سلب کرنا ہے۔ اگر اس پرندے میں ہلنے کی عادت ہے تو اس کو پال کر پنجرے میں بند کرنا جائز ہے کیونکہ آزادی کا سلب کرنا نہیں۔ بلکہ اس پرندے کا انسان کے ساتھ ہلنا اور پنجرے میں بند ر

ب اس کی طبیعت بن گئی ہے - چنانچہ اس لحاظ سے پرندوں کی دو قسمیں ہیں - بعض
پلنے کی عادت ہے بعض میں نہیں اسی طرح دیگر حیوانات کے حقوق بھی حضورؐ نے بتا
یے - اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ صرف انسانوں کے لئے باعث رحمت نہیں تھے بلکہ
ئنات کے ذرے ذرے کے لئے موجب رحمت تھے - بلکہ آپؐ کی بعثت کا بڑا مقصد یہی
تھا کہ انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال دیں - صحابہ کرام نے بھی دعوت و تبلیغ اور
جہاد کے ذریعے انسانیت کو جو رو ظلم کی ظلمات سے نور اسلام اور آزادی کی روشنی سے
منور کیا -

ایران کے دربار میں ان کا تاریخی جملہ تھا - اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء
من عبادة العباد الی عبادة اللّٰہ - اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں
کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں - حضرت عمر فاروقؓ کا
فرمان ہے متی استعبد تم الناس وقد ولد تھم امھاتھم احرارا" - کب
سے تم نے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے -

موسیٰ علیہ السلام اور تحریک آزادی

اللہ انبیاء کرام کو اس لئے مبعوث کرتے ہیں کہ مخلوق کا خالق کے ساتھ صحیح رشتہ
جوڑ کر ابدی کامیابی سے ہم کنار کر دیں اور اس کے ساتھ مخلوق خدا کو نفس' شیطان اور
ظالم انسانوں کی غلامی سے نکال دیں -

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا قد جئتکم ببینتہ من ربکم
فارسل معی بن اسرائیل - بلاشبہ میں تمہارے لئے پروردگار کے پاس سے دلیل
اور نشانی لایا ہوں پس تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے - ایک اور مقام پر ارشاد
ہے دونوں بھائی فرعون کے پاس آئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول میں بنی اسرائیل کو
ہمارے ساتھ بھیج - فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر اپنے کئے گئے احسانات گنوانا شروع کر
دیئے - موسیٰ علیہ السلام نے کہا تلک نعمتہ' تمنھا علی ان عبدت بنی
اسرائیل اور میری پرورش کا یہ احساس تو جتا رہا ہے کیا ایسا احسان ہے کہ تو بنی
اسرائیل کو غلام بنائے رکھے - حافظ ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں -

Scanned with CamScanner

فجعلتهم عبيداً و خدماً۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو ذلت و خواری کے لئے غلام بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی۔

مذہبی آزادی

ایک مرتبہ انسان اسلام قبول کرکے مذہبی آزادی حاصل کرلے اور ایک خدا کی بندگی میں داخل ہو جائے تو اب اس آزادی کو برقرار رکھنا اس کا بنیادی حق ہے۔ اگر اس کو کوئی اپنا غلام بنانا چاہے تو اس کو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس سے اپنا بچاؤ کرے۔ جہاد میں جہاں اسلام کی شوکت کا اظہار ہوتا ہے تو وہاں مذہبی آزادی کا برقرار رہنا بھی نصیب ہوتا ہے۔ اگر ایک زمین پر مسلمان اپنی کمزور قوت کی وجہ سے اس مذہبی آزادی کی حفاظت نہیں کرسکتا ہے تو اسلام نے اس کو ہجرت کا راستہ بتلا دیا کہ ان ارضی واسعتہ میری زمین وسیع ہے۔ حضورؐ اور صحابہ کرام نے ہجرتیں کیں۔ بلکہ مکہ سے ہجرت استطاعت کے ہوتے ہوئے ایمان کی نشانی تھی۔ صحابہ کرام نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کبھی بھی کسی انسان کی غلامی برداشت نہیں کرسکتا۔

برصغیر اور تحریک آزادی

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد بڑے بڑے علماء اور عوام و خواص کو فکر تھی کہ کس طرح ان اجنبی غیر مسلموں سے نجات حاصل کریں اور ایک زبردست تحریک چلی۔ پیارا وطن پاکستان اس تحریک کا ایک اثر اور نتیجہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج تک ایک مخصوص مگر طاقت ور طبقہ انگریز کی زلف کا اسیر ہے۔ وہ طبقہ نہیں چاہتا کہ خود وہ اور دیگر لوگ انگریزوں کی غلامی سے نکل جائیں۔ یہ لوگ انگریزوں کے پرانے نمک خوار ہیں ان سے دور رہتے ہوئے بھی نمک خواری کا حق ادا کر رہے ہیں۔ وا[illegible] بڑے وفادار ہیں آزادی کے پروانوں نے جان کے نذرانے دے کر ان کو آزادی نو[illegible] سے ہم کنار کیا۔ لیکن یہ لوگ ابھی تک ان کی دہلیز سے ہلنے کا نام تک نہیں لیتے

انگریز اور انگریزیت پر فخر کرتے ہیں - سیاست، معاشرے، تجارت میں ان کی نقل ہے -
تعلیم، دفتر، بول چال، درون خانہ اور لیٹرین تک میں انگلش سٹائل ہے -
فارسی شاعر کا قول ہے

وفا شعار اسیراں چون از قفس رستند
بہ نخل خانہ صیاد آشیاں بستند

وفا شعار پرندے جب قید سے رہائی پاتے ہیں تو وہ صیاد کے گھر میں ہی اپنا آشیانہ بنا لیتے ہیں - یہ وفاداری کی انتہا ہے -

آزادی کا صحیح مفہوم

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان فطرۃ" آزاد ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان یورپ کی طرح مادر پدر آزاد ہے، انہوں نے تمام شرعی، اخلاقی، عرفی اور عقلی حدود و قیود کا ہر لائن میں ستیا ناس کردیا - لیکن پھر بھی تمام پابندیاں ختم نہیں کرتے اور نہ کرسکتے ہیں اگر ایسا کیا گیا تو جنگل کا قانون بن جائے گا - اس لئے دنیا کے اندر ہر جگہ رہنے والے اپنے لئے قانون بناتے ہیں، جس میں ہر قسم کے لوگوں پر خاص خاص قسم کی پابندیاں عائد کرتے ہیں، ان پابندیوں کے باوجود لوگ خود کو آزاد سمجھتے ہیں - اس پابند قانون کو آزادی کا نام دے کر آئین بناتے ہیں کہ کسی آدمی کی آزادی کو سلب نہیں کیا جائے گا - اسلام کے نزدیک اصل آزادی یہ ہے کہ انسان، انسان کی غلامی سے نکل کر ایک اللہ کی غلامی کو قبول کرلے - اللہ تعالیٰ کی غلامی ہی دراصل بہت بڑی آزادی ہے - اس غلامی کو مسلمان دل و جان سے چاہتے ہیں کیونکہ اس میں غیر اللہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتارنا ہوتا ہے - علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے -

یہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

کئی آدمیوں کا نوکر کبھی چین سے نہیں بیٹھتا اسی طرح جن لوگوں نے اللہ کی غلامی کا طوق گلے سے اتار دیا ہے وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں - ان کو چین و سکون نصیب نہیں ہوتا -

Scanned with CamScanner

اسی بندگی کی وجہ سے انسان کو عبد کہتے ہیں۔ عبادت کا معنی ہے۔ خدمت کرنا۔ ذلیل ہونا۔ غلام کو بھی عبد اس لئے کہتے ہیں کہ اپنے مولیٰ کی خدمت کرکے ذلت اور خواری برداشت کرتا ہے تمام عبادات میں نماز اونچی اور اہم عبادت ہے جس میں انسان اللہ کے حضور میں اپنی انتہائی ذلت کا اظہار کرتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر یا باندھ کر کھڑا ہونا ذلت ہے۔ ایک انسان اگر کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو کبھی اس کو مرغا بناتا ہے کبھی زمین پر اس سے ناک رگڑواتا ہے۔ اگر یہ انسان اللہ کے سامنے سجدہ میں ناک رگڑتا ہے تو یہ انتہائی ذلت ہے۔ لیکن چونکہ اللہ کے لئے ہے اس لئے اس پستی میں اللہ تعالیٰ اس کو بلندیاں عطا کر دیتا ہے۔ شاید اسی لئے نماز کو مومن کی معراج کہا گیا ہے۔ اس نماز سے انسان کو عبدیت ملتی ہے۔ مقام عبدیت بڑا اعلیٰ درجہ ہے۔ انبیاء کرام میں یہ عبدیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے انبیاء کرام میں اول کامل عبدیت آتی ہے پھر رسالت۔ اسی لئے ہم کلمہ شہادت میں کہتے ہیں۔ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر قرآن مجید میں اگر بڑے انعامات کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ عبدیت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اسراء اور معراج کے موقع پر فرمایا۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ۔ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو۔ اس طرح ارشاد ہے۔

تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ۔ برکت والی ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے بندے پر نازل کیا۔ ایک اور ارشاد ہے الحمد اللّٰہ الذی انزل الکتاب علی عبدہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں۔ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے انسان کو عبد کہا۔ معلوم ہوا عبدیت بڑا اونچا او اعلیٰ مقام ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے انسان مقام عبدیت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس مقام عبدیت کی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام عبدیت کی طرف کوشش کرنا اصل آزادی ہے اور اس مقام کے کسی درجے پر فائز آدمی آزاد آدمی کہلاتا ہے۔

مسئلہ غلامی

انسانی حریت و آزادی کے ساتھ مسئلہ غلامی کی قدرے وضاحت ضروری ہے تاکہ
پہلو واضح ہو جائیں - زیر نظر سطور میں جس آزادی کا ذکر ہوا ہے وہ حقیقت میں
تعالیٰ کی غلامی ہے اور جو غلامی ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ ایک بندہ کسی دوسرے بندے
بلا کسی شرعی وجہ کے غلام بنالے - ایک وہ غلامی ہے جو شریعت میں جائز ہے - اسلام
ایک آدمی کسی کو خود غلام نہیں بناتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ملک میں تصرف کرکے کسی کو
کسی کا غلام بنا دیتا ہے - جب کفار اللہ کی عبدیت اور عبادت سے انحراف کریں اور اس
اپنے لئے باعث عار سمجھیں تو اللہ تعالیٰ اس کی پاداش میں ان کو اپنے غلاموں
مسلمانوں) کا غلام بنا دیتا ہے یہ رقیت اور غلامی دراصل کفر کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کے
اور غضب کا اثر ہوتا ہے - اس لئے اس میں تجزی اور تقسیم نہیں ہوتی - پورا بدن
لام بنے گا - ایسا نہیں کہ فالج کی بیماری کی طرح آدھا جسم غلام ہو اور آدھا آزاد - یہ
ی ابتداء مسلمان پر ثابت نہیں ہو سکتی اگر ایک غلام مسلمان بن جائے تو وہ غلام ہی
ے گا جب تک اس کو مولیٰ (مالک) آزاد نہ کرے - کیونکہ یہ غلام مولیٰ کی ملکیت میں
ہے -

ی کے تمام فقہی احکامات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو یہ غلامی
ں آج کل کی نام نہاد آزادی سے لاکھ درجے بہتر ہے - یہ غلام اگر مسلمان بن جائے تو
لامیت کی سزا صرف دنیا میں ہے - آخرت کا معاملہ مولیٰ اور غلام کے ساتھ ایک جیسا
ہے - ہوسکتا ہے کہ غلام مولیٰ سے زیادہ پارسا ہو تو اللہ آخرت میں اس غلام کو اپنے
لی سے بلند مقام عطا فرمائیں گے - اگر غلام مسلمان نہیں ہونا چاہتا تو دنیا کی سزا کے
تھ آخرت کی سزا بھی ہوگی - اس قسم کے غلام کو ہمیشہ غلام رکھنا شریعت کا منشا نہیں -
اموں کو آزاد کرنے کی شریعت نے بڑی ترغیب دی ہے اور مسلمانوں نے اس پر دل
ول کر عمل بھی کیا ہے بعض گناہوں کے کفارہ میں غلاموں کو آزاد کرنا پڑتا ہے -
غلاموں کے ساتھ حسن سلوک بھی شریعت کے منشور میں داخل ہے' اس لئے
سئلہ غلامی پر اعتراض صحیح نہیں - یہ تو صرف دنیا میں ایک جرم کی سزا ہے - جس طرح
لہ تعالیٰ نے بہت سے جرائم کی سزا مقرر کی ہے - اس طرح غلامی کو بھی بطور سزا کفار پر
قرر کیا - شریعت کی تمام سزاؤں پر اگر غور کیا جائے تو ان میں تادیب' تہذیب دفع ضرر

بقیہ ۴۷

Scanned with CamScanner

تحریک آزادی کا پس منظر

مفتی نجم الرحمٰن
مدرس جامعہ عثمانیہ

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد

جب لنکا سے مرد و زن پر مشتمل عرب کا ایک قافلہ سمندری سفر طے کرکے سندھ کی بندرگاہ دیبل کو پہنچا تو سندھ کے بحری قزاقوں نے ان کو لوٹ لیا اور سب کو گرفتار کیا۔ اس قافلے میں قبیلہ یربوع کی ایک مسلم خاتون نے ڈاکوؤں کا وحشیانہ سلوک دیکھ کر ایک چیخ ماری۔ معلوم نہیں اس مظلومہ کی درد ناک چیخ میں کتنی حرارت تھی کہ جس نے حجاج بن یوسف جیسے سنگ دل حکمران کے دل کو موم کی طرح پگھلا کر محمد بن قاسم کی شکل میں ظلم و بربریت کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک روشن چراغ کی طرح ثابت کیا۔ یہ کم سن نوجوان عنفوان شباب کے جذبہ سے سرشار جس کے خون میں اپنے آباؤ اجداد کی شجاعت آمیز خون کے قطرات جوہر دکھانے کے لئے جوش مار رہے تھے۔ جنہوں نے اپنے دور میں قیصر و کسریٰ جیسے طاقت ور ظالم حکمرانوں کی ناکوں کو زمین پر رگڑا دیا۔ چنانچہ اس آمیزش نے محمد بن قاسم کو اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ دہرانے پر مجبور کیا۔ انہوں نے چار تجربہ کار عرب سرداروں کی رفاقت میں پچاس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر جرار کی کمان سنبھالی۔ بندرگاہ دیبل پر اترتے ہی اس کو اپنے قبضہ یں لے لیا۔ پھر وہاں سے ایک تیز طوفان کی طرح آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ راجہ داہر کی ریاست تک پہنچ گیا۔ اس ظالم کے ساتھ خونریز لڑائی شروع ہوئی اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ دو دن کی لڑائی کے بعد راجہ داہر کا کام تمام ہوا۔ اور اس کے وزیر سی ساگر کی تحویل سے وہ عرب عورتیں برآمد ہوئیں۔ جو سندھ کے بحری قزاقوں نے جہاز سے گرفتار کی تھیں۔

الغرض محمد بن قاسم نے مختصر سی مدت میں پورے سندھ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ 92ھ میں دیبل پر حملہ کیا اور 95ھ تک اس نے پورا سندھ فتح کیا۔ انہوں نے اپنے دور حکومت میں سندھ میں اسلام کی جڑیں مستحکم کیں۔ اسلامی اصولوں کے مطابق ایک

۰۰م

امن معاشرہ قائم کیا اور یہی معاشرہ پورے برصغیر میں اسلام کے پھیلانے کا بڑا ذریعہ بنا۔ ان کے بعد زمانہ کے دستور کے مطابق دوسرے حکمران آتے جاتے رہے۔ اتار چڑھاؤ چونکہ زمانے کا ایک جز لاینفک ہے۔ اس لئے گردش ایام کسی کو اقتدار کے تخت پر بٹھاتی رہی اور کسی کو موت کے تختہ پر لٹاتی رہی۔ عرب خاندان کی حکمرانی کے بعد جب غیر لوگ مسلمانوں کی ریاست میں گھسنے لگے تو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تلوار کھینچ لی سب کو بھگا کر ریاست کی باگ و دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ان کے بعد اقتدار شیر شاہ سوری، شہاب الدین غوری در قطب الدین ایبک سے تیزی کے ساتھ منتقل ہو کر آخر کار کچھ عرصہ کے لئے مغلیہ خاندان کے پاس ٹھہرا رہا۔ ان سب حکمرانوں میں سے مغل حکمرانوں نے سب سے زیادہ حکمرانی کی جس کا عرصہ حکومت (1820 تا 1857) تقریباً 350 سال بنتا ہے۔ مغل حکمرانوں کی حکمرانی تک برصغیر میں مسلمانوں کے عروج کا دور تھا۔ اس کے بعد زوال شروع ہوا۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد

جب عرب تاجروں نے ہندوستانی اشیاء یورپ کی منڈیوں میں پہنچائیں۔ جس میں الائچی، کالی مرچ، دار چینی اور اس کے علاوہ بیش قیمت اشیاء شامل تھیں۔ ہندوستانی اشیاء کی مانگ یورپ میں بہت زیادہ تھی۔ اس وقت تمام سمندری راستوں پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ انگریز ان راستوں سے کلی طور پر ناواقف تھے۔ ان کی منڈیوں میں ہندوستانی اشیاء کی رسد کی وجہ سے ان کے شر انگیز عزائم ہندوستان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ کہ کسی طرح سے وہاں پہنچ جائیں کہ تجارت پر قبضہ کرکے تجارتی میدان میں مسلمانوں کا غلبہ ختم ہو سکے۔ اس مقصد کے تحت ایک انگریزی سیاح عرب تاجر کی وساطت سے ہندوستان آپہنچا۔ اس نے اپنی شیریں کلامی کی بدولت ہندوستان کے مغربی ساحل ملبار میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرلیا۔ اس انگریز کی آمد سے دوسرے انگریزوں کے لئے تجارت کی راہ ہموار ہوگئی۔ یہاں کے دیانت دار سادہ لوح مسلمان ان کی عیاری سے ناواقف تھے۔ حالانکہ وہ بغل میں چھری منہ میں رام رام سے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانا چاہتے تھے۔ انگریز تجارت کے بہانے سے ہندوستان پر قبضے کا خواب دیکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت برصغیر

مسلمانوں کی ایک مضبوط تھی۔ حکومت جن کا مقابلہ ان کے لئے محال تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ پہلے تجارت کے ذریعے ہندوستان میں پھیل جائیں گے اور جب حکمران کمزور پڑے تو ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج کشی کریں گے اور ہندوستان پر قابض ہو جائیں گے۔

جہانگیر کی طرف سے انگریزوں کو تجارت کی اجازت

انگریزوں کی قسمت کا تارہ اس وقت چمکنے لگا جب کافی تگ و دو کے بعد شہنشاہ جہانگیر نے ان کو باقاعدہ تجارتی کمپنی قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ ان کے عہد میں پرتگالی اور انگریز ہندوستان وارد ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملکہ انگلستان نے 31 دسمبر 1600ء میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ جہانگیر نے پہلے پرتگالیوں کو کام کی اجازت دے دی۔ لیکن بعد میں ان سے ناراض ہو کر انگریزوں کو 1615ء میں عارضی طور پر سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد انہوں نے ھگلی اور قاسم بازار میں اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ ان تجارتی کمپنیوں کے ذریعے انہوں نے اپنا مشن آگے بڑھایا اور ملک میں جراثیم پھیلانا شروع کیا۔

اورنگزیب عالمگیر کا انگریزوں کے ساتھ رویہ

اورنگزیب کو چونکہ ورثہ میں ایسے تنازعات ملے جو دین کے لئے انتہائی مضر تھے اس لئے انہوں نے ساری توجہ ان فتنوں کے مٹانے کی طرف دے دی۔ دین اکبری کے مفسدات کا مٹانا ان کے لئے بڑا چیلنج تھا۔ وہ اسی میں مصروف رہا۔ انگریزوں نے ان کی مصروفیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حدود سے تجاوز شروع کیا اور دوسرے مقامات پر بھی اپنی کوٹھیاں قائم کرنے لگے۔ چونکہ اورنگزیب ایک مدبر حکمران تھے اس لئے وہ بہت جلد ان کے عزائم سے باخبر ہوئے۔ انہوں نے فوری طور پر ان کے توسیع پسندانہ عزائم خاک میں ملا دیا اور سورت سولی پٹم اور ھگلی میں ان کی کوٹھیوں پر قبضہ کرلیا۔ بعدازاں انگریزوں کی درخواست پر انہیں معافی ہوئی اور ھگلی واپس کرنے کی اجازت دے دی ان کا یہ تجارتی مرکز بڑھتے بڑھتے آخر کار کلکتہ شہر بن گیا۔ اورنگزیب عالمگیر کے بعد

پر مسلمانوں کی ایک مضبوط تھی ۔ حکومت جن کا مقابلہ ان کے لئے محال تھا ۔ اس لئے انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ پہلے تجارت کے ذریعے ہندوستان میں پھیل جائیں گے اور جب حکمران کمزور پڑے تو ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج کشی کریں گے اور ہندوستان پر قابض ہو جائیں گے ۔

جہانگیر کی طرف سے انگریزوں کو تجارت کی اجازت

انگریزوں کی قسمت کا تارہ اس وقت چمکنے لگا جب کافی تگ و دو کے بعد شہنشاہ جہانگیر نے ان کو باقاعدہ تجارتی کمپنی قائم کرنے کی اجازت دے دی ۔ ان کے عہد میں پرتگالی اور انگریز ہندوستان وارد ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملکہ انگلستان نے 31 دسمبر 1600ء میں کام کرنے کی اجازت دے دی ۔ جہانگیر نے پہلے پرتگالیوں کو کام کی اجازت دے دی ۔ لیکن بعد میں ان سے ناراض ہو کر انگریزوں کو 1615ء میں عارضی طور پر سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کی اجازت دے دی ۔ اس کے بعد انہوں نے ھگلی اور قاسم بازار میں اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں ۔ ان تجارتی کمپنیوں کے ذریعے انہوں نے اپنا مشن آگے بڑھایا اور ملک میں جراثیم پھیلانا شروع کیا ۔

اورنگزیب عالمگیر کا انگریزوں کے ساتھ رویہ

اورنگزیب کو چونکہ ورثہ میں ایسے تنازعات ملے جو دین کے لئے انتہائی مضر تھے ۔ اس لئے انہوں نے ساری توجہ ان فتنوں کے مٹانے کی طرف دے دی ۔ دین اکبری کے مفسدات کا مٹانا ان کے لئے بڑا چیلنج تھا ۔ وہ اسی میں مصروف رہا ۔ انگریزوں نے ان کی مصروفیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حدود سے تجاوز شروع کیا اور دوسرے مقامات پر بھی اپنی کوٹھیاں قائم کرنے لگے ۔ چونکہ اورنگزیب ایک مدبر حکمران تھے اس لئے وہ بہت جلد ان کے عزائم سے باخبر ہوئے ۔ انہوں نے فوری طور پر ان کے توسیع پسندانہ عزائم کو خاک میں ملا دیا اور سورت سولی پٹم اور ھگلی میں ان کی کوٹھیوں پر قبضہ کرلیا ۔ بعدازاں انگریزوں کی درخواست پر انہیں معافی ہوئی اور ھگلی واپس کرنے کی اجازت دے دی ۔ ان کا یہ تجارتی مرکز بڑھتے بڑھتے آخر کار کلکتہ شہر بن گیا ۔ اورنگزیب عالمگیر کے بعد

Scanned with CamScanner

چونکہ مغلیہ حکمران تعیش پسندی کے شکار ہوئے ۔ اس لئے انگریزوں کو تجارتی تعلقات بڑھانے کا کافی موقع ملا ۔ آخر کار انہوں نے پورے ہندوستان میں تجارتی مراکز قائم کئے اور تمام بڑے شہروں کے تجارتی مراکز پر چھا گئے ۔ یہیں سے ان کو ملک کی حکمرانی پر قبضے کے واضح اشارات ملنے شروع ہوگئے ۔

برصغیر کی حکمرانی پر قبضہ

جب برصغیر کی تجارتی مراکز پر انگریزوں نے قبضہ جما لیا تو اس کے بعد وہ برصغیر کی حکمرانی پر قبضہ کی فکر میں لگ گئے ۔ بدقسمتی سے جب اورنگزیب عالمگیر کے بعد حکمرانی کا لگام نا اہل اور تعیش پسند حکمرانوں کے ہاتھ آگیا اور انہوں نے ناقابل تسخیر مغلیہ قوت کو بکھیرنے اور نیست و نابود کرنے میں جرات مندی کا مظاہرہ کیا تو انگریز جیسی بزدل قوم کو بھی مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے کا موقع مل گیا ۔ چونکہ بنگال میں پہلے سے ان کی اکثریت تھی اور اپنے پرزے سے بنگال کے ذریعے نکالتے تھے ۔ اس لئے سب سے پہلے انگریزوں نے بنگال قبضہ کرلیا ۔ نواب سراج الدولہ جو کہ پہلے سے انگریزوں کا سخت مخالف تھا اس لئے انہوں نے پلاسی میدان میں 1757ء میں انگریزوں کے خلاف سخت جنگ لڑی ۔ چونکہ سراج الدولہ کے سپہ سالاروں میر جعفر اور بعض دوسرے ہندو سپہ سالار کو انگریزوں نے اپنا بنایا تھا اس لئے عین موقع پر انہوں نے سراج الدولہ کے ساتھ غداری کی جس کی وجہ سے سراج الدولہ کو شکست ہوئی ۔ بعد میں میر جعفر کے بیٹے کے ہاتھوں شہید ہوگئے ۔ اس کے ساتھ انگریزوں کو بنگال پر حکمرانی مل گئی ۔ اس جنگ کے بعد انگریزوں نے ملک کے خود مختار صوبوں اور ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کرنا شروع کیا ۔ 1843ء میں انہوں نے سندھ پر قبضہ کرلیا ۔

اب برصغیر میں کوئی ایسی جاندار قوت نہیں رہی جو کہ انگریزوں کا راستہ روک سکے ۔ البتہ میسور ریاست کے حکمران حیدر علی ناقابل تسخیر مرد آہن بن کر انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل ہوگیا ۔ سلطان حیدر علی نے انگریزوں کے بہت سے قلعوں اور بعض دوسرے قصبوں پر قبضہ کرلیا ۔ انہوں نے اپنے جواں سال بیٹے ٹیپو سلطان کو ساتھ لے کر انگریزوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ۔ پوری انگریزی فوج گرفتار کرلی گئی ۔ اس کے جنگی ساز

و سامان پر قبضہ کرلیا گیا۔

کافی لڑائیوں میں سلطان ٹیپو کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بالآخر انگریزوں نے ایک بہت بڑی سازش تیار کی۔ مقامی غداروں کی مدد سے سلطان ٹیپو کے خلاف ایک بڑا لشکر تیار کیا اور پورے میسور شہر کا محاصرہ کیا۔ جذبہ حریت سے سرشار سلطان ٹیپو نے غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے پر شہادت کو ترجیح دے دی بے سروسامانی کے عالم میں ایک غضب ناک شیر کی طرح میدان میں کود پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

اب انگریزوں کو لگام ڈالنے والا کوئی بھی نہیں رہا۔ اس لئے میسور پر قبضہ جمانے کے بعد بڑی آسانی کے ساتھ دوسرے شہروں کو اپنے مذموم عزائم کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ انگریز نے 1843ء میں سندھ پر قبضہ کرلیا۔ 1899ء میں میسور پر 1817ء تک مرہٹوں کی آزاد حکومتیں ختم کر دیں۔ 1849ء سکھوں کو شکست دے کر پنجاب کا الحاق کیا اور 1856ء میں اودھ کا۔ اس کے بعد پورے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا حکومت قائم ہوگئی۔

تحریک آزادی کے محرکات

دور حاضر میں انسانی حقوق کے علم برداروں کا دور بھی برصغیر کے لوگوں نے دیکھا ہے۔ یہ برصغیر کی تاریخ کا سیاہ ترین اور المناک دور تھا۔ جس میں انسانیت اور شرافت کی تمام حدود بے دردی کے ساتھ پامال کی گئیں۔ انسانی چمڑے میں ملبوس ان درندوں نے وہ کر دکھایا کہ ماضی اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ملک کے کسی بھی طبقے کو انہوں نے معاف نہیں کیا یہاں تک کہ 1857ء میں سب نے مل کر گوروں سے ملک کو صاف کرنے کا تہیہ کرلیا۔ جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا۔ انگریزوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہندوستان کے عوام ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے میدان میں اترے۔ جن میں سے چند امور خاص طور پر قابل نفرت بنے۔

شاہی خاندان کے ساتھ بدسلوکی

انگریزوں نے جب برصغیر پر قبضہ کرلیا تو سب سے پہلے مغل کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر اور اس کے خاندان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ بہادر شاہ ظفر اور اس کے

Scanned with CamScanner

خانہ پر جو ظلم کیا گیا کسی انسان سے اس کا تصور محال ہے۔ انہوں نے بعض اشعار
ان مظالم کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ان کو شاہی قلعہ سے نکال کر کسی گمنام اجڑے
دیار میں منتقل کیا۔ جب اس کے بیٹے نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس
گرفتار کیا اور بہادر شاہ ظفر کے سامنے اس کے دو لڑکوں اور ایک پوتے کا سر قلم
کردیا۔

اس کے بعد بادشاہ ظفر پر غداری کا مقدمہ چلایا اور جلا وطن کرکے رنگون میں نظر
بند کردیا۔ جہاں 1862ء میں مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار نے نظر بندی میں وفات پائی
ان پر اور ان کے اہل خانہ پر مظالم کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا اور
انگریزوں سے سخت متنفر ہوگئے۔

جائیداد کا ضبط کرنا

بہت سے بڑے زمینداروں کو ان کی جائیدادوں سے محروم کرنے کے باعث لوگ
بے روزگاری کا شکار ہو گئے۔ 1852ء میں لارڈ ڈلہوزی نے بمبئی میں زمین داروں اور
جاگیرداروں کے سلسلے میں جو کمیشن قائم کیا تھا اس کی تحقیقات کے مطابق دکن میں بیس
ہزار جاگیریں ضبط کرلی گئی تھیں۔ اس وجہ سے بھی ملک کے مختلف حصوں میں بد دلی اور
بے چینی پھیل گئی۔

مذہب کی توہین

ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی حکومت میں مذہبی گفتگو کم تھی بعد میں کافی بڑھ گئی۔
عیسائی پادری عام اجتماعات اور منڈیوں میں دوسرے مذاہب کے خلاف وعظ کرتے تھے
دوسرے مذاہب کے بارے میں توہین آمیزہ لہجہ استعمال کرتے تھے۔ میکالے نے یہاں
تک کہہ دیا کہ انگریزی کی ایک کتاب مشرق کی تمام کتابوں پر بھاری ہے۔

زبان کا نقصان

انگریزوں نے یہ محاذ کھولا کہ کسی بھی فارسی اور عربی لکھنے کو سرکاری ملازمت نہیں

دی جائے گی۔ حکومت کی نوکری کے لئے انگریزی سیکھنا ضروری قرار دیا۔ جس کی وجہ سے ملک کی اکثریت کو بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح انگریز فوج میں ہندو مسلمان سپاہیوں کو اپنی تنخواہ اور ملازمت کے متعلق شرائط کے بارے میں شکایتیں تھیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ان کو ہندوستان سے باہر خدمت کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے کافی لوگوں کو فوجی ملازمت ترک کرنی پڑی۔

مذہبی معاملات میں مداخلت

فوج میں ایک نئی قسم کی رائفل بھیج دی گئی اس کے کارتوس پر کوئی چکنی چیز لگی ہوئی تھی' کارتوس کو استعمال کرتے وقت اس کے سرے کو دانت سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کے متعلق یہ مشہور ہوا کہ یہ گائے یا سور کی چربی ہے۔ لہٰذا ہندو اور مسلمان سپاہیوں میں اس شبہ نے جنم لیا کہ انگریز جان بوجھ کر ان کے عقیدے میں دخل اندازی کر رہا ہے۔ چنانچہ سب نے اس کے خلاف بغاوت کی اور کارتوس کو ہاتھ لگانے سے انکار کر دیا اور مشتعل ہو کر کلکتہ کے فورٹ ولیم پر قبضہ کی کوشش کی۔ مختلف رجمنٹوں میں بغاوت کے نتیجے میں ایک جیل خانے کا دروازہ کھول کر برطانوی افسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بالآخر سب نے مل کر دلی پر قبضہ کر لیا۔

مسلم قوت کو نقصان پہنچانا

مسلمانوں کی قوت اور اتحاد سے انگریزوں کو سخت ڈر لگتا تھا۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی قوت اور اتحاد کو توڑنے کے لئے چند فرقے پیدا کئے۔ انہوں نے ایسے مسائل پیدا کئے کہ حق پرست علماء ان کے مٹانے میں مصروف ہوئے ان فرقوں میں سے قادیانی فرقہ ان کے لئے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اس فرقے کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی حکومت کو اسلامی حکومت قرار دیا۔ اس نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی خطبہ میں انگریز حکومت کو ظل اللہ یعنی اللہ کا سایہ بتایا ہے۔ انگریز نے ان باطل فرقوں کی باقاعدہ پشت پناہی کی جس کی وجہ سے مسلم قوت کو کافی نقصان پہنچا۔

اس کے علاوہ اور بھی کافی اسباب تھے جس کی وجہ سے ہندوستان کے عوام انگریزوں کے خلاف برسر پیکار ہو گئے اور اپنے لئے ایک آزاد مملکت کا حصول ناگزیر سمجھا۔

تحریک آزادی میں علماء کا کردار

جب ظلم کی حد ہوگئی مظلوموں کی آہوں کی کالی گھٹائیں فضاء پر چھا گئیں امید کی کرنیں ماند پڑ گئی اور ہر طرف سے مایوسی غالب آئی کہ وہ کون سا رجل رشید ہوگا جو ان ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دلیری سے ان کے ساتھ پنجہ آزمائی کرتے ہوئے مظلوموں کو ان کے چنگل سے آزاد کرالے۔ تو ان نا مساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد آہن حضرت شاہ ولی اللہ کو ان کی مدد کے لئے اٹھایا۔ انہوں نے میدان کارزار میں اتر کر انگریزوں کا ہر طرح سے مقابلہ کیا اور ان عیاروں کو انگلستان کا راستہ دکھانے کے لئے مختلف طریقوں سے محنت شروع کی۔ خطوط کے ذریعے مسلمان حکمرانوں کو مظلوم بھائیوں کی مدد کے بارے میں احساس بیداری دلایا۔ اس کے ساتھ کئی ذی استعداد مسلمان نوابوں اور وڈیروں سے بھی رابطہ قائم کیا۔ ان کی تحریک کی بدولت احمد شاہ ابدالی نے بھی کافی حملے کئے۔ حضرت شاہ صاحب کی تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ سب سے پہلے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے۔ جس کی وجہ سے انگریزوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مسلمانوں پر اس کا بہت اثر ہوا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے قابل فخر شاگرد تیار کئے کہ جن کی شجاعت، دلیری اور جفاکشی نے مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق کو لیلۃ البدر کی طرح چمکایا کہ جن کے تذکروں سے مردے دل بھی زندہ ہو کر جذبہ جہاد اور حمیت اسلام کی خاطر اپنے جوہر دکھانے کے متلاشی بن جاتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے تلمیذ خاص حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپ لے کر ہمت باندھی۔ اسلام پر مر مٹنے والے مریدوں کا ایک لشکر جرار ساتھ لیا۔ پہلے سکھ ظالموں کو نمٹانا شروع کیا۔ سندھ بلوچستان میں سکھوں کو شکست کا سبق سکھانے کے بعد پشاور کا رخ کیا۔ وہاں بھی مختلف مقامات میں سکھوں کو منہ کی کھانی

پڑی - جن میں اکوڑہ خٹک کی لڑائی کو انوکھی حیثیت حاصل ہے - ان علاقوں میں سکھوں کی قوت توڑنے کے بعد انہوں نے کشمیر کا راستہ اختیار کیا - صوابی کے اطراف کاٹتے ہوئے دریائے سوات عبور کر کے مانسہرہ کے علاقے بالاکوٹ پہنچ گئے - سکھوں کو معلوم تھا کہ اس رحمانی لشکر کا مقابلہ محال ہے - اس لئے انہوں نے ایک خفیہ سازش کا سہارا لیا وہاں کے بعض حریص سرداروں کو دنیاوی مال و متاع کا ذلت آمیز حرام لقمہ ڈال کر اپنا وفادار بنایا - چنانچہ سردار یار محمد خان نے ان کی خواہش کی تکمیل کی ایک غیر معروف راستے کے ذریعے سکھوں کا ایک بڑا مسلح لشکر بالاکوٹ پہنچایا - ان ظالموں نے تمام اطراف سے سید احمد شہید کے لشکر کا محاصرہ کیا - اور زبردست خونریز لڑائی کے نتیجے میں آل رسول کے چشم و چراغ اور ان کے معتمد نائب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھیوں سمیت شہید کیا - بالاکوٹ کے بلند و بالا پہاڑوں نے ان کی جنگی تھکاوٹوں کو دور کر کے اپنے دامن میں سلا دیا - ان شہیدوں کے قیمتی قطرات کی بدولت ان پہاڑوں کو اب بھی اپنے ظاہری حسن سے زیادہ روحانی حسن پر ناز ہے -

ان حضرات کی شہادت کے بعد انگریزوں کو عام چھٹی مل گئی اب ان ظالموں کا ہاتھ باندھنے والا کوئی نہیں رہا - لیکن آخر کار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینوں نے حوصلہ پایا اور محدث کبیر شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف برسرپیکار ہوگئے - انہوں نے دنیائے اسلام میں جذبہ جہاد پیدا کرنے اور ان کی زندگیوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈالنے کے لئے دارالعلوم دیو بند کی بنیاد رکھی - یعنی دارالعلوم دیو بند انگریزوں کے خلاف ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوا اور ان کو ملک بدر کرنے میں عظیم کردار ادا کیا - مولانا قاسم نالوتوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الہند مولانا محموودڈ الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین دیو بند نے جس بہادری سے ان کا مقابلہ کیا آج بھی غیرت مند مسلمانوں کو اس پر فخر ہے - انگریزوں نے ان کے دبانے کے لئے کسی بھی انسانیت سوز سزا دینے میں تاخیر سے کام نہیں لیا - لیکن ان کے تمام حربے ناکام ہوگئے - تحریک آزادی میں ان حضرات کے کردار کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے - شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال اور مالٹا میں اپنے معتمد شاگردوں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جیل کی مشقتیں اور دوسری قربانیاں سب پر عیاں ہیں - چنانچہ ان حضرات کی بے پناہ قربانیوں کی

بقیہ ۲۷

۱۰۸م

Scanned with CamScanner

علماء کے فتوے

مسلمانوں کی بیداری کیلئے
فتویٰ کا نمایاں کردار

یٰ بذات خود ایک مشورہ ہے لیکن تدین اور تقویٰ کے جذبہ سے سرشار مسلمان
شورہ اپنے لئے حکم سے کم نہیں سمجھتا۔ یہی وجہ ہے کہ فتویٰ نویسی اسلام کا
ہے۔ اور کسی تحریک میں دینی جذبہ بنانے کے لئے فتویٰ نے اہم کام کیا۔
زادی میں علماء حق نے جب انگریز اور اس کے حوارین کے خلاف جب فتویٰ دیا
ے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے اور انگریز کو اس ملک چھوڑنے پر مجبور کیا
" تحریک آزادی " میں مسلمانوں کا حسن جذبہ حریت علماء حقانی و ربانی کی ذہن
ور باطنی آب یاری اس کا نتیجہ ہے۔ علماء نے اگر ایک طرف تلوار اٹھا کر گوروں
ان کے کرایہ دار سپاہیوں سے سینہ تان کر مقابلہ کیا تو دوسری طرف عامتہ المسلمین
ذبہ جہاد کی بیداری کے لئے دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کی تقویت کے لئے
ن عظام کے شرعی حکم اور فتویٰ نے نمایاں کام کیا۔ ذیل کے مضمون سے اس کی
ں ہوتی ہے۔ (ادارہ)

انگریزوں کے حواریوں، مددگاروں نے جب روپے پیسے کی لالچ میں تحریک جہاد کو
انے کے لئے انگریزوں کے اشاروں پر مجاہدین کا مقابلہ شروع کیا اور وہ انگریزوں
ت و بازو بن گئے تو انگریزوں نے چند زر خرید مولویوں کے ذریعے اور اپنے مددگار
نائیوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ " حاجی صاحب ترنگزئی کا اپنے
ن کے مکانات کو نذر آتش کرانا یا ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچانا یا کسی قبیلے پر
عائد کرنا اسلام کے سراسر خلاف ہے لہٰذا حاجی صاحب ترنگزئی کے یہ تمام اقدامات
کی صریحاً خلاف ورزی پر مشتمل ہیں۔"

انگریزوں نے جب یہ پروپیگنڈہ مہم زور و شور سے شروع کی تو سیدھے سادے
عوام نے اس سے متاثر ہو کر حاجی صاحب سے ان اقدامات کا شرعی جواز پوچھنا
ع کیا اور بعض مجاہدین تو اس زہریلے پروپیگنڈہ سے اس قدر بد دل ہوگئے کہ انہوں
انگریزوں کے خلاف جہاد میں اپنی سرگرمیوں کو معطل کرنے پر عمل درآمد شروع کردیا

۴۰۹

حاجی صاحب نے اس پروپیگنڈے کے اثرات زائل کرنے اور عوام کو ان اقدامات کا اسلامی جواز پیش کرنے کے لئے مفتی محمد ایوب خان کو مامور کیا کہ کسی کو علمائے سرحد کے پاس بھیج کر فتویٰ حاصل کریں کہ آیا یہ اقدامات اسلام کے تحت ہیں یا اسلام کے منافی ہیں؟ مفتی محمد ایوب خان نے خفیہ طور پر ایک آدمی کو سرحد کے سرکردہ مستند علماء کے پاس بھیجا کہ منافقین کے ساتھ جو اس وقت مجاہدین اسلام کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت، طرف داری اور اعانت کر رہے ہیں، ان کے گھروں کو جلانا یا ان پر جرمانہ عائد کرنا یا ان کا سماجی بائیکاٹ کرنا اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں ابوالفضل مولوی محمد عتیق اللہ ساکن طورو ضلع مردان نے مولانا قاضی حافظ فضل رحیم، خطیب جامع مسجد معیار ضلع مردان، مولانا فضل صمدانی مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور، مولانا محمد عبدالواحد، مولانا محمد کریم، محمد نقیب احمد، مولانا حضرت جان، مولانا محمد زکریا، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا غلام محمود مدرسین مدرسہ رفیع الاسلام پشاور اور مولانا ناصر الدین خطیب جامع مسجد نوشہرہ، مولانا قاضی عبدالرحیم خطیب و قاضی طورو ضلع مردان، مولانا محمد اسماعیل ساکن طورو ضلع مردان، مولانا محمد امین الحق ساکن طورو ضلع مردان، علامہ عبداللہ ساکن طورو ضلع مردان، مولانا سلطان احمد ساکن طورو ضلع مردان، مولانا محمد نواب ساکن طورو ضلع مردان، مولاناعبدالجلیل ساکن طورو ضلع مردان وغیرہ نے قرآن و حدیث اور خلفاء کے اقدام اور امام ابو حنیفہ کے فتوؤں اور اجتہاد کی رو سے اپنے دستخطوں سے اور اپنی مہروں سے یہ ثابت کیا کہ حاجی صاحب منافقین اور انگریزوں کے حواریوں اور مددگاروں کے خلاف جو بھی اقدامات کر رہے ہیں جن میں ان کے گھروں کو جلانا، ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچانا اور ان پر جرمانے عائد کرنا یہ تمام اقدامات شریعت اسلام کے عین مطابق ہیں - یہ فتوے ایک قلمی کتاب " حق القال " کی صورت میں مولانا محمد عتیق اللہ نے لکھ کر علماء سے اس کتاب پر دستخط اور مہریں ثبت کرا کر حاجی صاحب کے پاس غازی آباد بھیجے - حاجی صاحب نے یہ کتاب ملتے ہی قبائل کے علماء اور سرداروں کا ایک جرگہ غازی آباد میں بلایا اور ان سب کے سامنے یہ کتاب رکھ کر یہ کہا کہ ان علماء نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو فتوے دیئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اب آپ لوگ یہ بتائیں کہ ان فتوؤں کی رو سے اسلام کے منافقین اور مجاہدین اسلام

مخالفین اور انگریزوں کے معاونین کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حاجی صاحب کے اس استفسار پر سب نے بیک آواز کہا۔ " ہمیں اطمینان ہو چکا ہے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ اسلام کے عین مطابق ہے اس کے بعد تمام قبائل میں ان علماء نے انگریزوں کے پروپیگنڈے کو زائل کرنے میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا۔

جب کہ انگریزوں کا یہ وار بھی خالی گیا تو اب انگریزوں نے مجاہدین کو کچلنے کے لئے جدید ترین اسلحہ، گولہ بارود اور فضائی اور بری طاقت میں اضافہ کر کے مجاہدین کو ختم کرنے کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع کردیا اور نئی نئی سازشوں کو بروئے کار لا کر ان پر عمل شروع کردیا۔ (لنکر تبہ د حاجی ترنگ زئی صفحہ ۲۸۷)

بقیہ صفحہ 9 سے

اس موضوع کا احصاء مشکل ہے اور نہ اس سے حق ادا ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی خاموش رہنے، ان چند واقعات اور اشخاص کا تذکرہ یقیناً" باعث خیر ہے۔

O O O

بقیہ صفحہ ۱۵ کا

اصلاح و عبرت وغیرہ جیسے پہلو نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔ ان تمام سزاؤں پر غلامی کی سزا کو بھی قیاس کرلیں۔

O O O

بقیہ صفحہ ۴۲

بدولت آخر کار انگریزوں کو برصغیر سے بستر گول کرنا پڑا۔ لیکن افسوس کہ بعض ناانصاف مورخین نے حقائق سے نظریں چھپاتے ہوئے ان حضرات کے کردار کو سرد خانہ میں ڈال دیا۔ بلکہ غلط طریقہ سے ان کے کردار کو پیش کیا۔ جس کی وجہ سے بعض ناواقف لوگ ان کے بارے میں شکوک و شبہات کے شکار ہوگئے۔ جو لوگ ان حضرات کے کردار سے منکر ہیں۔ درحقیقت وہ اب بھی ذہنی لحاظ سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور انگریزوں کے مذہب نظام کو فروغ دینے کے خواہاں ہیں۔

آزاد مدرسوں کی تحریک کا پس منظر

(یعنی تحریک آزادی میں مدارس عربیہ کا کردار)

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مدارس عربیہ اسلامی انقلاب کی مضبوط چھاؤنیاں ہیں۔ مدارس عربیہ سے فیض یافتہ علماء اور سکالر ہر میدان میں دین کی خدمت دینی سعادت سمجھتے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے ساتھ مدرسہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے "صفہ" کے نام سے عظیم تربیت گاہ قائم کی۔ یہاں سے نکلنے والوں سے قیصر و کسری کے سپرپاور صفحہ ہستی سے مٹایا۔

"اسلامی مدارس" اسلامی ثقافت اور حریت کے علمبردار ہیں۔ ہر آڑے وقت میں دینی مدارس اسلامی فوج کی چھاؤنیاں رہیں۔ آج کے دور میں اسلامی مدارس کو بدنام کرنے والے وہ وقت بھول گئے کہ اسلامی ملک کی آزادی میں دینی مدارس کا کیا کردار رہا۔ ان بوری نشینوں اور وارثان ختم الرسل ﷺ کی مساعی اور محنتوں سے یہ ملک حاصل ہوا اور ان کے توجہات سے انشاء اللہ یہ ملک محفوظ رہے گا۔ ذیل میں حاجی ترنگ زئی، عزیز جاوید کا ایک قیمتی مضمون من و عن پیش کیا جا رہا ہے جس سے اسلامی مدارس کا کردار واضح ہوتا ہے۔ ادارہ

انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کرنے کے بعد مسلسل 1947ء تک یہی کوشش کی کہ پٹھان قوم کو جہاں تک ہوسکے۔ پوری شدت سے اس قدر کچلا جائے کہ یہ دوبارہ سر نہ اٹھانے پائے۔ پٹھان قوم کافی عرصے تک ہندوستان پر حکومت کر چکی تھی اور یہ قوم جہاں تلوار کی دھنی ہے وہاں علم و حکمت اور دین اسلام کی متوالی اور شیدائی بھی ہے۔ ہندوستان کی فتح و نصرت میں پٹھان قوم کا جہاں تاریخی کردار ہے وہاں دین اسلام کی اشاعت اور روحانیت کا درس دینے میں بھی اس قوم کے افراد کے برصغیر کی تاریخ کے صفحات پر گہرے نقش موجود ہیں۔ ہندوستان کی مسلم ریاستوں میں اکثریت پٹھان حکمرانوں ہی کی تھی ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے بعد یہ پالیسی اختیار کی کہ پٹھان قوم کو پستی کے گڑھے میں اس طرح دھکیل دیا جائے کہ اس کی

جرات غیرت و حمیت اور شجاعت کی تمام جبلتوں کو خاک میں ملا کر خاک کردیا جائے'
اگرچہ مغلوں سے انگریزوں نے حکومت چھینی تھی مگر وہ مغلوں کے دوبارہ برسر اقتدار
آنے سے خائف نہ تھے بلکہ انہیں صرف پٹھان قوم سے ہی انتہائی خطرہ تھا جو مذہب

اسلام کے انتہائی شیدائی اور دین حق کی سربلندی کے بے حد متوالے ہیں اسلحہ ان کا زیور اور جہاد ان کی زندگی کا بلند ترین نصب العین ہے۔ انگریز چاہتے تھے کہ پٹھانوں کے ان فطری اوصاف کو کسی طرح ختم کرکے انہیں مغربی تہذیب و تمدن کے سانچے میں ڈھالا جائے تاکہ دین اسلام سے ان کی جو والہانہ محبت ہے اس میں انقلابی تبدیلی پیدا ہو سکے۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کے لئے انگریزوں نے کئی منصوبے بنائے پہلا منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو روپے اور دولت کے جال میں پھانسا جائے یہ اسی منصوبے کا ردعمل تھا کہ 1957ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور ہندوستان سے مسلمان حکومت کا خاتمہ کردیا گیا۔ مسلمانوں کے زوال میں ہندوستان کی اسلام دشمن طاقتوں اور دولت کے حریص منافق مسلمانوں نے انگریزوں کے دست و بازو بن کر ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے دو اگست 1858ء کے پاس شدہ ایکٹ کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی سے اختیار لے کر کمپنی کے کورٹ آف ڈائریکٹرز اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے کنٹرول بورڈ کو ختم کرکے ہندوستان کے لئے سیکرٹری آف سٹیٹ مقرر کیا جس کی مدد کے لئے پندرہ ممبروں کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی اس کمیٹی کا نام انڈیا کونسل رکھا گیا۔ ہندوستان کے گورنر جنرل کو وائسرائے کا خطاب دیا گیا اور لارڈ کیننگ کو لارڈ ڈلہوزی کی جگہ ہندوستان کا پہلا وائسرے مقرر کیا گیا۔

ان اقدامات کے بعد انگریزوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صوبہ سرحد کے لئے ایک ایسا تعلیمی منصوبہ بنایا جس کے سانچے میں ڈھلنے کے بعد سرحد کے پٹھان انگریزی تہذیب و تمدن میں رنگے جائیں اور یہاں دین اسلام کی جگہ عیسائیت فروغ پاسکے اس مقصد کے لئے فوری طور پر برطانیہ سے عیسائی مبلغین کا ایک دستہ اور ان کے علاوہ ڈاکٹر بھی منگوائے گئے۔ یہ ڈاکٹر بھی دراصل اسی عیسائی مبلغین کا ایک دستہ اور ان کے علاوہ
ڈاکٹر بھی منگوائے گئے۔ یہ ڈاکٹر بھی دراصل اسی عیسائی مبلغین کے گروہ میں سے تھے۔

پروگرام کے تحت سرحد میں عیسائیت کے مرکز قائم کئے گئے ان مرکزوں کے تحت تعلیمی اوارے کھولے گئے۔ جن میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو عیسائی مبلغین کے ذریعے عیسائیت کی تعلیم دی جانے لگی تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی مذہب اختیار کرسکیں۔ ان تعلیمی اداروں کے علاوہ جا بجا مشنری ہسپتال قائم کئے گئے ڈسپنسریاں کھولی گئیں جن میں عیسائی مبلغین کے گروہ سے منسلک ڈاکٹر، نرسیں اور کمپوڈر مقرر کئے گئے۔ ان ڈاکٹروں کے پاس آنے والے مریضوں کے سامنے سب سے پہلے عیسائی مذہب کی تبلیغ کی جاتی اور اس کے بعد ان کا علاج کیا جاتا انہیں یہ بھی ذہن نشین کرایا جاتا کہ یسوع مسیح پر اعتقاد اور ایمان رکھو۔ وہ مردوں میں جان ڈالنے والا ہے۔ تمہیں بھی اسی کے ذریعے بیماری سے نجات مل جائے گی۔

ان تمام منصوبوں کا مقصد یہ تھا کہ سرحد اور آزاد قبائل کے لوگوں میں عیسائیت کی اس قدر تبلیغ اور پروپیگنڈہ کیا جائے کہ یہ لوگ عیسائی مذہب اختیار کرلیں تاکہ یہ ہندوستان میں برطانوی حکومت اور برطانوی اقتدار کے محافظ بن سکیں۔

عیسائی مبلغین میں ڈاکٹر پینل اور ڈاکٹر کلارک جیسے مبلغ تھے جو اسلامی علوم سے بھی واقف تھے وہ مسلمانوں میں بیٹھ کر فقہ و حدیث اور قرآن مجید کی تلاوت کرکے پٹھان لوگوں کے سامنے اسلامی کتابوں میں سے دلائل دے کر انہیں سمجھاتے تھے کہ خدا ان لوگوں کو حکومت عطا کرتا ہے جو اس کے ماننے والے ہوں۔ عیسائی مذہب کے ماننے والے چونکہ آپ پر غالب آچکے ہیں اس لئے آپ عیسائی حکمرانوں کی اطاعت کریں اور عیسائی مذہب کے اصولوں کو اپنائیں جو دنیا میں بہترین مذہب ہے اور جس کے ماننے والے اس وقت تمام دنیا میں چھا چکے ہیں۔ سکولوں میں ہسپتالوں میں محفلوں اور جلسوں میں ہر جگہ عیسائی مبلغین کو جہاں بھی موقع ملتا وہ عیسائیت کا پرچار کھل کر کرتے تھے اور حکومت کی طرف سے انہیں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی تھیں۔ ان تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بے سہارا مسلمان عورتوں اور یتیم اور لاوارث بچوں کو بھی اغواء کرکے نامعلوم مقامات پر پہنچا کر انہیں عیسائی بنایا جاتا تھا۔ مسٹر اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں۔

”صوبہ سرحد میں عیسائی مبلغین کو بلاشبہ شاندار کامیابی ہوئی اور وہ یوں کہ قبائلی علاقے سے اپنے رسم و رواج دشمنی یا کسی اور وجہ سے جو مستورات نکل کر مقبوضہ

نے میں پہنچتی تھیں یہ مبلغین ان کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے اور جو ایسی عورت ان
کے ہاتھ چڑھتی پھر اس کا پتہ نہ چلتا اور غائب کردی جاتی تھی اس قسم کے اغواء کرنے
کے تین بڑے مراکز تھے ایک بنوں دوسرا مردان اور تیسرا ہزارہ میں - ویسے مردوں میں
تبلیغ عیسائیت کا کوئی خاص اثر دکھائی نہیں دیتا تھا کیونکہ اس صوبے میں جس قدر
عیسائی نظر آتے ہیں وہ قریب قریب سب ہی پنجاب اور خصوصیت کے ساتھ ضلع
سیالکوٹ سے درآمد شدہ معلوم ہوتے ہیں -"

مسٹر اللہ بخش یوسفی اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکے کہ انگریز جس علاقے سے یتیم
لاوارث اور بے سہارا بچوں کو یا مردوں کو اغواء کرتے تھے انہیں نہ معلوم کس جگہ اور
کس مقام پر جا کر عیسائی بنا کر انہیں عیسائیت کیتعلیم دی جاتی تھی پھر اگر ان لوگوں میں
سے کوئی آدمی عیسائی بن جاتا تو اسے اس علاقے میں نہیں لایا جاتا تھا جہاں سے اسے
اغواء کیا جاتا تھا یا جس جگہ سے وہ تعلق رکھتا تھا انسانی فطرت بھی تو اس طرح آڑے
آجاتی تھی متعلقہ علاقے میں لانے کی وجہ سے یہ بھی تو احتمال ہوسکتا تھا کہ وہ آدمی اپنے
عزیز و اقارب کے پاس دوبارہ آنے کی وجہ سے بوجہ شرمساری عیسائیت سے تائب نہ ہو
جائے - بہر حال انگریز پادریوں یعنی ان مبلغین میں ایک کمال تو زبردست رہا ہے کہ وہ
مسلمانوں میں جاتے تو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے اور ہندوؤں میں جاتے تو اپنے آپ کو
ہندو کہلاتے - وہ ہر ایک کے ساتھ گھل مل کر اپنی مقصد براری کے لئے کوشاں رہتے
تھے تمام ہندوستان میں صرف سرحد کے علاقے میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا
کہ یہاں کے لوگوں کو کس طرح عیسائیت کے جال میں پھانسا جائے اور ان کے دل اور
دماغ سے اسلام کا نام و نشان بھی محو کردیا جائے تاکہ عیسائیوں کو برصغیر میں آزادی اور
اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع مل سکے -

ان مذکورہ حقائق کی بناء پر اہل سرحد کو تعلیمی زیور سے آراستہ ہونے کے مواقع
فراہم نہیں کئے گئے بلکہ اسلامی حکومتوں کے زمانے سے جو اسلامی مدرسے جاری تھے ان
مدرسوں کو بھی بند کردیا گیا اور سرحد کے مسلمانوں کو مختلف ذرائع سے مجبور کیا جانے لگا
کہ وہ اپنے بچوں کو مذہبی اسلامی مدرسوں کی بجائے مشنری سکول میں تعلیم دلائیں -
انگریزوں نے ہندوستان کے باقی ماندہ علاقوں میں سکول قائم کئے - کالج اور یونیورسٹیاں قائم
کیں مگر سرحد میں تعلیمی اداروں کے قیام کے سلسلے میں ایک عرصے تک وہ اس پالیسی پر

۱۵م

گامزن رہے کہ یہاں کے لوگ صرف مشنری اداروں میں ہی اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں اس سلسلے میں انگریزوں کی پالیسی ملاحظہ ہو۔

"انتظامی ڈھانچے کی تبدیلی کے بعد تاج برطانیہ نے اور انگریز دانشوروں نے ہندوستان کی تعلیمی پالیسی کے ڈھانچے کو ازسرنو تشکیل دیا اور ایک ایسی تعلیمی پالیسی کا آغاز کیا گیا جو ہندوستان کے باشندوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعے عیسائی قوم میں تبدیل کردے۔ اس ضمن میں انگریزوں کے پیش نظریہ پالیسی کارفرما رہی کہ سب سے پہلے ہندوستان کے باشندوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کیا جائے تاکہ یہ عیسائی بن کر عیسائی حکومت کے دست و بازو بن سکیں۔ سر ہربرٹ نے تو یہاں تک کہا کہ جب تک ہندوستان میں عیسائیت صحیح معنوں میں فروغ نہ پاسکے اس وقت تک ہندوستان کو آزاد کرنا غیر موزوں ہوگا۔ سر ہربرٹ برطانوی حکومت پر یہی زور دیتا رہا کہ تاج برطانیہ کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ ہندوستان کو عیسائیت کی برکت سے بہرہ ور کرنے کے لئے روز افزوں مساعی کرے سر ہربرٹ کی یہی کوشش رہی کہ انجیل کو سکولوں میں اور تعلیمی اداروں میں متعارف کرایا جائے تاکہ عیسائی حکومت کی زیر سرپرستی عیسائی قوم کی بنیاد قائم ہوسکے۔ صوبہ سرحد کے متعلق واضح پالیسی بیان کرتے ہوئے سر ہربرٹ نے کہا کہ صوبہ سرحد کے تعلیمی اداروں میں عیسائیت کی تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے یہاں کے سرکش اور جنگجو قبائل کو عیسائیت کی طرف راغب کیا جائے جونہی یہ لوگ عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرحد کے یہ قبائل خود بخود تاج برطانیہ کے وفادار بن جائیں گے اور پھر ایک ایسا وقت آن پہنچے گا کہ سرحد کے یہی بہادر قبائل تاج برطانیہ کی حمایت میں برطانیہ کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر لڑیں گے۔"

انگریزوں نے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے یعنی سرحد کے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے جن عیسائی مبلغین کی خدمات حاصل کیں ان میں ڈاکٹر پینل۔ ایڈورڈز ہربرٹ۔ ڈاکٹر کلارک اور ڈاکٹر پینڈر خاص کر قابل ذکر ہیں۔ ایڈورڈ ہربرٹ کی ان خدمات کے صلے میں برطانوی حکمرانوں نے پشاور میں ایڈورڈ مشن ہائی سکول' ایڈورڈز کالج اور ایڈورڈ گیٹ کے نام سے اسے ہمیشہ کے لئے زندہ روکھنے کی کوشش کی اس طرح ڈاکٹر پینل کے نام بنوں میں پینل ہائی سکول کے نام سے اسے زندہ رکھنے یک کوشش کی گئی۔ بہرحال سرحد کے معاملے میں انگریزوں کی اس پالیسی کی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ

بچوں کو مشنری تعلیمی اداروں سے دور رکھا جائے تاکہ وہ عیسائیت کے جال میں نہ
سکیں۔ ان خدشات کے پیش نظر حاجی صاحب ترنگ زئی نے سرحد میں آزاد
وں کا جال بچھانے کا پروگرام بنایا تاکہ مشنری سکیم کو ناکام بنایا جاسکے۔

یہ تھے وہ حالات جس کے تحت حاجی صاحب نے سرحد کے لوگوں کو عیسائیت کے
زہب سے بچانے کے لئے علماء کو مسجدوں سے نکال کر انہیں اپنی معیت میں لے کر
گاؤں، قریہ قریہ اور گھر گھر جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کی اور لوگوں کو خبردار کیا کہ
عیسائیوں کے مشنری مبلغین سے ہوشیار رہیں۔ ان تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ
صاحب نے سرد میں برطانوی حکومت کی مشنری پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے سرحد
آزاد اسلامی مدرسوں کے اجراء کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ
ان قوم اپنے بچوں کو مشنری سکولوں اور گورنمنٹ کے قائم کردہ سکولوں میں تعلیم
نے کی بجائے آزاد اسلامی مدرسوں میں تعلیم دلائے تاکہ یہ مسلمان بچے عیسائیت کا شکار
ہوسکیں اور ایسی تہذیب سے بچے رہیں جو مسلمانوں کی اخلاقی پستی کا باعث بنے
ہ انگریزوں کے دو اہم مقاصد تھے کہ یا تو ان مسلمانوں کو عیسائی بنا دیا جائے یا پھر
ں ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے کہ ان میں غیرت و حمیت باقی نہ رہے جب غیرت و
ت باقی نہ رہے گی تو ان میں بہادری اور شجاعت کے جوہر خود بخود مٹ جائیں گے
یں پھر ان پر حکومت کرنے میں کوئی دقت اور دشواری کا نہ تو سامنا کرنا پڑے گا
ہی ان سرحدی اقوام سے انگریز قوم کو کسی قسم کی مزاحمت کا خطرہ باقی رہے گا۔

سرحد کے معاملے میں انگریزوں نے جو تعلیمی پالیسی اختیار کر رکھی تھی اس کا
اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ڈائریکٹر جنرل محکمہ تعلیم کی "ہندوستان میں تعلیمی
ی رفتار پر مشتمل رپورٹ برائے سال 1902ء تا 1907ء میں سرحد میں حکومت کی
ے مشنری تعلیمی اداروں کے بغیر کسی بھی سرکاری تعلیمی ادارے کے قیام کا کوئی
یں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ 1902ء سے 1907ء تک یا اس سے پہلے
ی اقتدار کے قیام سے 1907ء تک انگریزوں نے مشنری سکولوں کے بغیر یہاں خاص
ادارے قائم نہیں کئے۔

ان حقائق کو مد نظر رکھ کر حاجی صاحب نے سرحد میں آزاد اسلامی مدرسوں کے

قیام کی تحریک کا آغاز کیا اس تحریک کے تین بڑے مقاصد تھے پہلا مقصد یہ تھا کہ سرحد کے لوگ جو پہلے سکھوں اور پھر انگریزوں کے جبر و تشدد کا شکار ہوتے چلے آ رہے ہیں وہ آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے جہالت کی تاریکی سے نکل سکیں۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ سرحدی باشندے انگریزوں کے مشنری اداروں کے جال میں نہ پھنس سکیں اور عیسائی مبلغین کے ہتھکنڈوں سے بچ سکیں۔ تیسرا مقصد یہ تھا کہ ان آزاد مدرسوں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ سرحد کے نوجوان طبقے کو جہاد آزادی کے لئے تیار کیا جاسکے۔

یہ تھے وہ بڑے مقاصد جن کے تحت حاجی صاحب نے آزاد اسلامی مدرسوں کے قیام کی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ بات خاص کر وضاحت طلب ہے کہ انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کرلینے کے بعد اور 1857ء کی جنگ آزادی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سرحد کو جبر و استبداد کے پنجے میں جکڑ لیا تھا۔ یہاں انگریزوں کے خلاف یا کسی انگریز حاکم یا حکمران کے خلاف نہ تو کوئی شخص زبان سے کوئی لفظ نکال سکتا تھا نہ ہی اشاروں کنایوں میں ایسا کرسکتا تھا۔ ایسا کرنے والے کے لئے سخت جابرانہ قسم کے ایکٹ نافذ کئے جا چکے تھے جن کے تحت جن حجروں میں یا گھروں میں انگریز حکمرانوں کے خلاف کوئی بات منہ سے نکالی جاتی تھی ان حجروں اور گھروں کو فوری مسمار کردیا جاتا تھا ان حالات میں سرحد کے مقامی لوگ سہمے بیٹھے تیھ البتہ قبائلی علاقوں میں باقاعدہ قبائلی مجاہد انگریزوں کے خلاف مسلسل جہاد میں مصروف تھے ضرورت اس امر کی بھی تھی کہ مقامی لوگوں کے دلوں سے بھی انگریزوں کے خلاف مسلسل جہاد میں مصروف تھے ضرورت اس امر کی بھی تھی کہ مقامی لوگوں کے دلوں سے بھی انگریزوں کی دہشت کا خاتمہ کیا جائے اور مقامی لوگوں خاص کر نوجوان نسل کو آزادی کے حصول کے لئے تیار کیا جاسکے اس مقصد کے حصول کے لئے حاجی صاحب نے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ آزاد اسلامی مدرسوں کے قیام میں تعاون کریں تاکہ ان کے بچے زیور علم سے آراستہ ہو سکیں اور انگریزوں کی سازشوں سے قوم کو بچایا جاسکے۔

صوبہ سرحد میں انگریزوں نے مشنری تعلیم کے جال بچھا دیئے تھے مشنری کے پادری

دن رات اس کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ پٹھانوں میں عیسائیت کا زیادہ سے زیادہ پرچار کیا جائے ان سکولوں میں جو تعلیم دی جاتی تھی اس کا اندازہ آپ ڈبلیو ہنٹر کی اس رپورٹ سے لگائیں کہ ڈبلیو ہنٹر کہتا ہے کہ " ہمارے سکولوں اور کالجوں میں پڑھا ہوا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جس نے اپنے بزرگوں کے عقائد کو غلط سمجھنا یا سیکھا ہو۔ "

اسلامی درسگاہوں کی تحریک اور تبلیغی دورے

حاجی صاحب نے اسلامی درسگاہوں کی جس تحریک کا سلسلہ شروع کیا تھا یہ تحریک دراصل شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ایماء سے ہی شروع کی گئی تھی اس ضمن میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

" میرے اندازے کے مطابق انہوں نے (شیخ الہند نے) یہ طے کیا تھا کہ جن جن اصحاب میں عملی صلاحیت پائیں انہیں جابجا یاغستان (قبائلی علاقوں) میں مختلف حصوں میں دینی اور اسلامی درسگاہیں قائم کرنے کی ترغیب دیں۔ ملا صاحب سنڈاکئے نے بھی حضرت شیخ الہند سے ملاقات کی تھی انہوں نے جب کام شروع کیا تو ابتداء میں ایک اہم اسلامی درسگاہ ہی قائم کرنے کی کوشش کی تھی حاجی صاحب ترنگ زئی شیخ الہند سے استفادہ کر چکے تھے ان کے پیش نظر بھی درسگاہیں قائم کرنے ہی کا سلسلہ تھا۔ سید احمد شہید نے بھی جب مسلمانوں کو بہ غرض جہاد منظم کرنے کا قصد فرمایا تھا تو پیروں کے شیوے کے مطابق انہوں نے بھی مختلف علاقوں کے دورے شروع کر دیئے تھے جگہ جگہ وعظ بھی ہوتے بیعت بھی لی جاتی۔ "

سید عبدالجبار شاہ ستھانوی لکھتے ہیں۔

" جب مجھے نمائندگان سوات نے بتایا کہ ملا صاحب سنڈاکئے اسلامیہ کالج پشاور کے بالمقابل ایک عالیشان اسلامی درسگاہ کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں تو میں نے ان پر واضح کردیا تھا کہ یہ اصطلاح ایک خاص جماعت کا شعار ہے جس میں مولوی صاحبان اور علماء شامل ہیں۔ اسلامی درسگاہوں کو حکومت برطانیہ کے خلاف تنصیبات کا پردہ بنا لیا گیا ہے اور حاجی صاحب ترنگ زئی جو اپنے ضلعے میں ایسی درسگاہیں قائم کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حلقے کے رکن ہیں مجھے یہ تو علم نہ تھا کہ یہ اصطلاح کس نے ایجاد کی اور اس کا مرکز کہاں تھا

۱۹م

Scanned with CamScanner

- لیکن جنگ طرابلس اور جنگ بلقان نے واضح کردیا تھا کہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں ترکوں کے دشمن حملہ آوروں کی پشتیبانی کر کے خلافت اسلامیہ کو برباد کر دینے کے درپے ہیں اس پر مسلمانوں میں ہمہ گیر بے چینی کی لہر دوڑ گئی علماء حق خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے سرگرم عمل ہوگئے اس سلسلے میں تبلیغ میں اشاعت کے لئے بہترین طریقہ یہ سمجھا گیا کہ گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلامی درسگاہیں قائم کردی جائیں۔"

مولانا حسین احمد فرماتے ہیں۔

"پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی دو تین ماہ بعد ترک انگریزوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوگئے گویا اطمینان و دلجمعی سے آہستہ آہستہ کام جاری رکھنے اور نتائج کا انتظام کرنے کی مہلت ختم ہوگئی اور اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ جو کچھ بھی ممکن ہو فی الفور کیا جائے تاکہ انگریزوں کی مشکلات میں اضافہ اور ترکوں کو تقویت پہنچے اور ہندوستان کی آزادی کا خواب اپنی صحیح تعبیر سے ہم آغوش ہو۔ حضرت شیخ الہند ان تمام اصحاب کی طبیعتوں اور صلاحیت و استقامت کا اندازہ فرماتے رہتے تھے جو ان کے پاس تعلیم و استفادہ کی غرض سے آتے تھے ان میں سے بعض موزوں اصحاب کو انہوں نے اپنے کام کے لئے چن لیا تھا اور انہیں حکم دے دیا کہ جلد سے جلد یاغستان (قبائلی علاقے) میں پہنچ جائیں اور آزاد قبائل کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے اٹھائیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی کو انہوں نے افغانستان بھیج دیا کہ امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان کو اس نازک وقت میں خدمت اسلامیت کے لئے جانبدارانہ اقدام پر آمادہ کریں۔ حاجی صاحب ترنگ زئی اور ملاسنڈاکے کے متعلق ہمیں قطعی طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ حضرت شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ تھے۔"

Scanned with CamScanner

حاجی صاحب کی تعلیمی درس گاہیں

سرحد میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی ان حالات میں علم پھیلانے کے لئے حاجی صاحب نے علاقہ مردان اور پشاور سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری کیا عوام پر ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا بڑا گہرا اثر پڑا - عوام کے قلوب حاجی صاحب کی طرف کھنچے جاتے تھے اور ان میں اسلامی شعور بیدار ہوتا جاتا تھا اور لوگ نیکی اصلاح اور تقویٰ کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے - حاجی صاحب نے عوام کی گمراہیوں اور اس کی جڑ کو معلوم کرلیا تھا - انہیں اس کا پوری طرح احساس ہو چکا تھا کہ جب تک عوام سے جہالت کو دور نہ کیا جائے گا اور ان میں اسلامی تعلیم کی روشنی عام نہ کی جائے گی اس وقت تک صحیح معنوں میں برائیوں کا انسداد اور ان کی روک تھام نہ ہو سکے گی اور نہ انگریزوں کے عذاب سے نجات حاصل ہو سکے گی - چنانچہ آپ نے علاقہ پشاور اور مردان میں دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا آپ کی مخلصانہ کوششوں سے اسلامی مدارس قائم ہوئے ان میں سب سے زیادہ اہمیت گدر اور اتمان زئی کے دارس کو حاصل تھی - آپ ہی کی تحریک پر مولانا علی احمد سنا کے ملا نے تنگال پایاں میں حاجی صاحب کی زیر نگرانی ایک اسلامی مدرسے کی بنیاد ڈالی - اس مدرسے کا نظم و نسق ملا سنڈاکے کے حوالے کیا گیا - سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور کی ایک رپورٹ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تنگال پایاں کا سکول حاجی صاحب کی نگرانی میں ہی جاری ہوا تھا اور انہوں نے ملا سنڈاکے کو اس سکول کا منتظم مقرر کیا تھا - سپرنٹنڈنٹ پولیس کی رپورٹ ملاحظہ ہو -

"گل احمد ولد شیخ انور ساکن تنگال پایاں ایک معمولی لکھا پڑھا آدمی ہے یہ شیخ عمر کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کی زیارت تنگال میں واقع ہے - ستمبر 1914ء تک گل احمد کسی ٹھیکیدار کے ساتھ بطور منشی کام کرتا تھا مگر ستمبر کے بعد یہ تنگال کے اسلامی مدرسے میں بطور استاد کام کر رہا ہے - یہ مدرسہ جس کا نام مدرسہ کوہستانی ملا کے نام سے مشہور ہے اس کا منتظم نعمت خان نمبردار ہے اسی نعمت خان نے گل احمد کو تنگال کے اس اسلامی مدرسے میں استاد مقرر کیا ہے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور صدر کی اطلاع کے مطابق یہ گل احمد حاجی صاحب ترنگ زئی کا مقرر کردہ ٹیچر ہی ہے - میں اتنا جانتا

ہوں کہ یہ سکول جسے کوہستانی ملا چلا رہا ہے یہ درحقیقت حاجی صاحب ترنگ زئی کا قائم کردہ سکول ہے اور وہی اسے چلا رہے تھے۔" یہی وہ سکول تھا جس کے قیام کے بعد پشاور شہر کے لوگوں نے دھڑا دھڑا اپنے بچوں کو اس مدرسے میں داخل کرانا شروع کردیا۔

اس مدرسے میں ایک طرف تو بچوں کو اسلامی نظام حیات اور اسلامی سانچے میں ڈھالا جا رہا تھا اور دوسری طرف مسلمان بچوں کو انگریزوں کی غلامی سے نجات کی جدوجہد کے متعلق ان کے خیالات میں ایک انقلابی اور عملی تبدیلی پیدا کی جا رہی تھی ان حالات کو دیکھ کر انگریزوں کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں یہ اسلامی مدرسے تاج برطانیہ کے اقتدار کے خاتمے کا باعث نہ بن جائیں۔ اب انگریزوں نے ان اسلامی مدرسوں کی تحریک کو ناکام بنانے کے پروگرام بنائے۔ مشیروں نے مشورہ دیا کہ سرکاری سکولوں سے لوگ نفرت کر رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ حاجی صاحب کے ہی دست مبارک سے ایک اسلامی سکول کی بنیاد رکھوائی جائے جو سرکاری حکام کی زیر نگرانی قائم ہو اور جس میں سرکاری نظم و نسق کے تحت طلباء کو مروجہ تعلیم دی جائے ان دنوں لوگ سرکاری سکولوں میں بچوں کو تعلیم دلانے کے سخت خلاف تھے۔ بعض تعلیم یافتہ افراد کو چھوڑ کر باقی تمام لوگوں کا یہ نظریہ تھا کہ انگریزوں کے قائم کئے ہوئے سکولوں میں بچوں کو اگر تعلیم کے لئے بٹھایا جائے تو انگریز ان بچوں کو عیسائی بنا دیں گے اور ان کے اخلاق و عادات کو اس طرح بگاڑ دیں گے کہ وہ اسلام کے اصولوں کو ترک کر دیں گے۔ یہ خیال محض خیال و قیاس ہی نہ تھا بلکہ ایک حد تک اس میں حقیقت بھی تھی۔ کیونکہ شروع شروع میں انگریزوں نے برصغیر میں جو طریقہ تعلیم رائج کیا تھا۔ اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر رکھی گئی تھی۔ بلکہ اس ضمن میں ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب نے خفیہ طور پر تمام سرکاری حکام کو لکھا تھا۔" کوشش کی جائے کہ ہماری درس گاہوں سے فارغ ہونے والے طلباء کا ذہن جہاں تک ہوسکے بدل کر اس ذہن کو ہمارے سانچے میں ڈھالا جائے۔"

انگریزوں کی اس پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے سرحد میں حاجی صاحب ترنگ زئی نے جا بجا اسلامی مدرسوں کا جال بچھانے کا منصوبہ بنایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلامیہ کالج پشاور کی داغ بیل حاجی صاحب ترنگ زئی کے مدارس کے سلسلے ہی کی وجہ سے پڑی تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

Scanned with CamScanner

حاجی صاحب اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ تبلیغ بھی کرتے جاتے
کہ وہ اپنی اولاد کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں
مدرسے قائم کریں اور ان مدرسوں کا انتظام وہ اجتماعی طور پر اپنے ہاتھوں میں لیں ۔
صاحب اس طرح تمام سرحد میں آزاد مدرسے قائم کرنا چاہتے تھے ۔ اس سلسلے میں
ان اور پشاور کے علاقوں میں تقریباً" پچاس مدرسے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے
اری ریکارڈ سے چونتیس سکولوں کی تصدیق ہوتی ہے ۔

سرکاری ریکارڈ کے مطابق حاجی صاحب نے جو سکول قائم کئے تھے یا جن سکولوں
نظم و نسق ان کے ہاتھ میں تھا وہ مندرجہ ذیل تھے ۔

کانور ڈھیری ۔ گل بیلہ ۔ پشاور شہر ۔ تہکال پایان ۔ ارمڑ میانہ ۔ اکبر پورہ ۔ بانڈہ
نوشہرہ ۔ جہانگیرہ صوابی ۔ تور ڈھیر ۔ مانیری پایان ۔ نودیہہ صوابی ۔ ترلاندی ۔

رپورٹ انگریزی جاری کردہ پبلک انسٹرکشن پنجاب صہ 1904ء
تذکرہ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی صہ 217
قلمی روزنامچہ مولانا شاکر اللہ صہ 25

اسماعیلہ ۔ کالو خان ۔ ادینہ ۔ گڑھی کپورہ ۔ گڑھی دولت زئی ۔ گڑھی اسماعیل زئی ۔
ازرو ۔ گدر ۔ گجر گڑھی ۔ شہباز گڑھی ۔ محمد ناڑی ۔ درگئی ۔ گل آباد ۔ عمر زئی ۔ آگرہ
آگرہ پایان ۔ رجڑ ۔ چارسدہ ۔ پڑانگ ۔ خرکی ۔ تنگی ۔ تہکال ۔ پشاور شہر ۔ تہکال بالا

حاجی صاحب نے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے لوگوں کو احساس دلایا کہ وہ اپنے
علاقوں میں اسلامی مدرسے جاری کریں ۔ تاکہ ان کے بچے اسلامی تعلیم حاصل
ں ۔ انگریزوں نے مشنری اداروں کے تحت جگہ جگہ اسکول' مدرسے اور ہسپتال قائم
شروع کر دیئے تھے ۔ ان مشنری اداروں کے ذریعے سرحد کے سیدھے سادھے' سادہ
عوام کو عیسائیت کے جال میں پھنسایا جا رہا تھا حاجی صاحب نے مشنری اداروں کے
پھندے کو کاٹنے میں اور سادہ لوح عوام کو عیسائیوں کے پھندوں میں پھنسنے سے
کے لئے اسلامی مدرسوں کے قیام کی جدوجہد شروع کی ۔ لوگوں نے اپنے اپنے
میں حاجی صاحب کی زیر نگرانی اسلامی مدرسے قائم کرنا شروع کر دیئے ۔ ان

۲۲۳

مدرسوں کے لئے لوگوں نے رضاکارانہ طور پر زمینیں دیں - چار دیواریاں بنائیں اور ہر گاؤں کے لوگوں نے اجتماعی بنیادوں پر سکول کے اخراجات پورا کرنے کے لئے اور سکول کے اساتذہ کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے اجتماعی فنڈ مہیا کئے - حاجی صاحب کی اس مساعی سے مندرجہ ذیل مقامات پر اسلامی مدرسوں کا قیام عمل میں آیا -

حاجی صاحب ترنگ زئی کے قائم کردہ سکول -

چارسدہ میں گیارہ سکول تھے - جو محمد ناڑی - درگئی - گل آباد - اتمان زئی - آگرہ میانہ - آگرہ پایان - رجڑ - چارسدہ - پڑانگ - خرکی اور تنگی میں تھے -

پشاور شہر میں ایک سکول تھا صوابی میں کالو خان - آدینہ - اسماعیلہ - نودیہ - ترلاندی - جہانگیرہ - تور ڈھیر اور مانیری پایان میں آٹھ مدرسے قائم تھے -

نوشہرہ میں ارمڑ میانہ - اکبر پورہ اور بانڈہ ملایاں میں چار سکول تھے -

مردان میں آٹھ مدرسے تھے جو گڑھی کپورہ - گڑھی دولت زئی - گڑھی اسماعیل زئی - کوٹھا اسماعیل زئی - طورو - گدر - گجر گڑھی - شہباز گڑھی میں قائم کئے گئے تھے -

کالو خان میں ایک سکول حاجی صاحب کے نام سے سکول قائم تھا - یہ سکول خوڑ کے کنارے قائم کیا گیا تھا - اس سکول کی بنیاد حاجی صاحب ترنگ زئی نے خود 1914ء میں اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی سکول کے اساتذہ میں تاؤ خان ولد نثار خان' عزت خان ولد عاصم خان' قدرت اللہ ولد خادی خان' حبیب اللہ ولد نور اللہ اور سبحان اللہ تھے مولوی محمد اکبر اس سکول کے ہیڈ ٹیچر تھے - جب حاجی صاحب جہاد کے لئے علاقہ غیر میں چلے گئے تو اس سکول کو بند کر دیا گیا - کالو خان گاؤں کے نمبردار کو محض اس لئے جیل میں بند کر دیا گیا تھا کہ اس نے اس سکول کی مرمت کرائی تھی یکم مارچ 1934ء کو بخت جمال خان نے اس سکول کو تاؤ خان' عزت خان' قدرت اللہ' حبیب اللہ اور سبحان اللہ

ذوانا سے دوبارہ جاری کیا - محمد اکبر ولد محمد حسن ساکن کالو خان اس سکول کے ہیڈ
تھے - اس سکول میں طلباء کو مذہبی تعلیم دی جاتی تھی - شادی بیاہ کے موقع پر اس
کے لئے لوگ خوشی سے چندہ وغیرہ دیتے تھے -

سین میں اسلامیہ مدرسہ کے نام سے سکول قائم تھا اس سکول کے لئے اکرم
نے زمین دی تھی - سکول کا ہیڈ ٹیچر عبدالغفور عرف کوہاٹ ملا تھا - انتظامیہ کمیٹی میں
اللہ ناظم، سمندر خان صدر، شام لال سالار، اکبر شاہ سیکرٹری اور مہربان شاہ ممبر
اس سکول کو ترقی دینے کے لئے بخت جمال خان نے 1934ء میں یار حسین کے
خان کو کہہ کر اس سے سکول کے لئے زمین حاصل کی - انتظامیہ کمیٹی نے سکول کے
چندہ اکٹھا کیا -

لاندی میں مشترکہ طور پر شاملات میں سکول قائم کیا گیا - اس سکول کا نام اسلامیہ
رسہ تھا - انتظامیہ کمیٹی میں نور اللہ صدر - محمود کیپٹن - شمروز اور قماش تھے - بعد میں
سکول جس پلاٹ پر تیار کیا گیا وہ پلاٹ حاجی صاحب ترنگ زئی کی ملکیت تھا - میاں احمد
بار ایٹ لاء ساکن چارسدہ نے اس سکول کی عمارت میں خصوصی توجہ دی تھی -

خان کے گاؤں ڈاگئی میں مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں اسلامیہ مدرسہ کے نام
سے سکول کھولا گیا - اس سکول کی انتظامیہ کمیٹی میں ترلاندی کے تاج محمد خان - ڈاگئی
اسلم خان اور میر نواز اور مہربان شاہ ساکن ڈاگئی تھے - مہربان شاہ اور میر نواز خان
جیل جانے کے بعد یہ سکول بند کردیا گیا تھا مگر جیل سے رہائی کے بعد انہوں نے
والوں کی امداد سے یہ سکول دوبارہ جاری کیا -

چنہ کا سکول کالو خان کے گاؤں میں ایک قبرستان کے کنارے کھولا گیا تھا اس
کی انتظامیہ میں محمد ایاز - عبدالرؤف صدر - خان محمد - محمد غیاث - مناف گل تھے
سکول حاجی صاحب کے پیروکاروں نے 1932ء میں قائم کیا تھا -

Scanned with CamScanner

صوابی میں میانہ گلاؤں میں مسجد سے ملحقہ ایک مکان میں سکول کھولا گیا۔ مولوی غلام حبیب صدر اور محمد خان۔ میر عبداللہ۔ حرمت خان اس کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر تھے۔

لاہور میں عبدالجبار۔ عبدالاکبر اور فرمان شاہ نے مشترکہ کوششوں کے تحت 1933ء میں سکول کھولا۔ مسعودوں پر حملے کے بعد اس سکول کو بند کروایا گیا تھا۔ اس سکول کے ٹیچر شاہ محمد تھے۔

لاہور کے گاؤں میں بھکی کے مقام پر شاہ داد خان نے اسلامیہ سکول 1934ء میں قائم کیا اس سکول کی انتظامیہ میں عزیز' خونیکئی' رسول خان ساکن امیرے تھے۔ گل محمد ساکن لاچی اس سکول کے ٹیچر تھے۔

لاہور کے نزدیک ماکی کے مقام پر نواب ولد تواب ساکن ماکی نے سکول کھولا اس سکول کے لئے محمد حسن اور محب اللہ ٹیچر مقرر کئے گئے۔ انتظامیہ کمیٹی میں محمد حسن ولد غازی خان ناظم محب اللہ ولد حمید اللہ۔ نواز جنگ نسوار اور صفت شاہ تھے۔ سکول کی عمارت کے لئے نواب ولد تواب نے ایک کمرہ بنا کر دیا تھا۔

سرکاری سکولوں میں استاد کی تنخواہ چھ روپے تھی مگر آزاد مدرسوں کے ہر استاد کو سرکاری تنخواہ سے بھی زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ یہ آزاد مدرسے زیادہ تر مسجدوں میں قائم کئے گئے تھے۔

تعلیم کیلئے حاجی صاحب ترنگزئی کا ایثار:۔

حاجی صاحب ترنگ زئی کی کافی زمین تھی' ہزاروں مرید تھے آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے سرحد اور ماورائے سرحد کے لوگ آپ کے انتہائی گرویدہ تھے' مرید اعتقاد کے طور پر جو نذرانے نقد یا جنس کی صورت میں آپ کے پاس لاتے وہ بھی آپ آزاد مدرسوں کے فنڈ میں جمع کر دیتے زمین سے جو کچھ حاصل ہوتا اس میں سے اپنے بیوی بچوں کے لئے گذر اوقات کے لئے کچھ حصہ چھوڑ کر باقی تمام غلہ آزاد مدرسوں کے فنڈ میں جمع کر دیتے تھے۔

Scanned with CamScanner

کا معائنہ

صاحب کا معمول تھا کہ وہ ہر ماہ سکولوں کا معائنہ فرماتے تاکہ طلباء کی تعلیمی
مدرسین کی محنت کا جائزہ لے سکیں۔ جب حاجی صاحب درس گھروں کے
لئے تشریف لے جاتے تو آپ کے ساتھ علماؤ مشائخ کا ایک گروہ بھی ہمرکاب
مدرسوں کے معائنے کے ساتھ ساتھ آپ کا قافلہ جس گاؤں میں پہنچتا تو اس
لوگ گروہ در گروہ آپ کے استقبال کے لئے اکٹھے ہوتے۔ آپ ان لوگوں کو
رسوم کو ترک کرنے اور احکام شریعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔ مدرسوں
کے دوران آپ طلباء کی تعلیمی قابلیت کا خود امتحان لیا کرتے جو طلباء ذہین
نقد انعامات دیتے۔ طلباء کے ساتھ ساتھ آپ اساتذہ کی بھی ہر ممکن حوصلہ
۔ چنانچہ جس استاد کی کلاس کے طلباء امتحان میں امتیازی حیثیت حاصل کرتے
کے اساتذہ کو بھی آپ نقد انعامات سے نوازتے تھے۔ اسی طرح طلباء اور
اپنی اپنی جگہ مطمئن ہو جاتے اور وہ حوصلہ افزائی کی وجہ سے مزید محنت اور
کام کرتے تھے۔ اس قسم کے امتحانات کے متعلق اخبار افغان پشاور کے انیس
ء کے شمارے میں یوں درج ہے:

"تاریخ 2 محرم الحرام کو بروز اتوار جناب حاجی صاحب ترنگ زئی دارالعلوم گدر
ئے۔ ایک جم غفیر آپ کے ہمراہ تھا۔ مدرسہ کے منتظمین اور طلباء نے شاندار
۔ جلسہ ہوا۔ حاجی صاحب موصوف نے موثر وعظ فرمایا جس کا لوگوں پر گہرا اثر
دن پھر جلسہ ہوا۔ بعد اختتام جلسہ دارالعلوم کے لئے چندے کی اپیل کی
پوری کامیابی ہوئی۔ پھر طلباء مدرسہ کا امتحان ہوا جس میں طلباء اعلیٰ نمبروں
ہوئے" حاجی صاحب سلمہ تعالیٰ نے مدرسہ کی تعلیمی حالت سے خوش ہو کر
مدرسین کو اور پانچ روپے بچوں کو انعامات دیئے۔" حاجی صاحب کے قائم
آزاد مدرسوں نے سرحد میں جو انقلاب پیدا کیا۔ اس کا اندازہ سرحد کے چیف
سیکرٹری مسٹر ایچ اے متکاف کی سرحد کی تعلیمی رپورٹ کے ایک دیباچے سے

کیا جاسکتا ہے ۔ جس میں وہ لکھتا ہے " پرائیویٹ تعلیمی سکول اس لحاظ سے انتہائی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان سکولوں میں مذہبی تعلیم کی طرف بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے ۔ آزاد مدرسے اگرچہ بند ہو چکے ہیں مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں ان مدرسوں کا وجود اب بھی باقی ہے ۔ بہر حال ان آزاد مدرسوں نے اس صوبے کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی جو کوشش کی ہے ۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس صوبے میں ایسے مدرسوں کی کافی طاقت تھی ۔

اردگرد کے علاقوں اور دور دراز سے لوگ بھاری بھاری رقوم حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تاکہ اس رقم سے حاجی صاحب اس مشن کی تکمیل کرسکیں جس کی انہوں نے ابتداء کر رکھی ہے ۔ حاجی صاحب کے پاس جتنی رقم جمع ہوتی وہ رقم کچھ ان علماء کو دی جاتی جنہوں ن یاسلام کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں رقم کا اکثر حصہ اسلامی مدرسوں کے قیام اور غریب طلباء کی مدد اور اسلامی مدرسوں کے اساتذہ کی تنخواہوں پر خرچ ہوتا تھا ۔

انگریزوں نے اپنے منصوبوں میں خاطر خواہ کامیابی نہ دیکھ کر کئی مولویوں کو حاجی صاحب کی مخالفت کرنے پر آمادہ کیا تاکہ حاجی صاحب کی روز افزوں مقبولیت میں کمی کی جاسکے ۔ مگر انہیں باوجود ہزار کوشش کے اس میں کامیابی نہ ہو سکی ۔ انگریز حاجی صاحب کی مقبولیت سے انتہائی خائف تھے ۔

ایک دفعہ حاجی صاحب جب قبائلی علاقے کی طرف جانے لگے تو انہیں انگریز حکام نے روک لیا ۔ حاجی صاحب نے حکام پر واضح کیا کہ وہ قبائلی علاقے کے عوام سے ایک مسلمان کی حیثیت سے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے مل کر انہیں اسلام کے اصولوں سے آگاہ کر سکیں اس لئے انہیں اپنے مشن پر جانے سے روکا جائے ۔ انگریز حکام نے حاجی صاحب سے کہا کہ وہ ضمانت دیں کہ قبائلی علاقے میں جا کر انگریزوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے ۔ اس کام کے لئے ترنگ زئی کے حنیف ولد خلیل ۔ عبدالستار خان ساکن پڑانگ نے حاجی صاحب کی ضمانت دی جس کے بعد حاجی صاحب کو قبائلی علاقوں میں جانے کی اجازت دی گئی ۔

لوند خوڑ کے علاقے میں جب حاجی صاحب دورے پر جاتے تھے تو علاقے

۱۹۲۷ء

وام حاجی صاحب کے قدموں میں بے پناہ مال و دولت نثار کرتے تھے تاکہ اس رقم سے
اسلام کی تبلیغ اور انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں میں مدد حاصل کرسکیں - سرکاری
رپورٹ میں ہے - اگر حاجی ترنگ زئی کو اپنے مشن سے منع کیا جائے یا انہیں دوروں
سے روکا جائے تو ایسا ممکن ہوسکتا ہے مگر کامیابی اس میں ہے کہ انہیں علاقہ کے انسپکٹر
پولیس کے ذریعے کہا جائے کہ " آپ کی تبلیغ سے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے صرف
آپ کے دوروں پر حکومت کو اعتراض ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ
خود اسلامی تبلیغ کے لئے دورے کریں اپنے مریدوں اور اپنے خلفاء کو کہیں کہ وہ جگہ جگہ
جاکر اسلامی تبلیغ کریں -

" حاجی صاحب ترنگ زئی بڈے ملا کے مرید ہیں - بڈے ملا صاحب صوبہ سرحد
میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک شروع کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے -
سرحد میں قبائلیوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارنے میں بڈے ملا صاحب نے شاندار
کارنامے سرانجام دیئے ہیں انہوں نے انگریز چوکیوں پر حملہ کرنے میں ذاتی طور پر بھی
مجاہدین کی کمان کی ہے - بڈے ملا صاحب کے مرید کی حیثیت سے اور انگریز قوم کی
حکمرانی کے خلاف نفرت کے جذبات رکھنے کی وجہ سے حاجی صاحب ترنگ زئی کے
ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ بہت ہی خطرناک آدمی ہیں ان کے اثر و
رسوخ میں جو اضافہ ہو رہا ہے یہ بھی انگریزوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے
کیونکہ جو عالم ان کے ساتھ ہیں وہ بھی انگریزوں کے مخالف ہیں یہ علماء بھی بڈے صاحب
کی بہت ہی زیادہ قدر کرتے ہیں - "

13 مارچ 1908ء کی ڈائری میں سی آئی ڈی انسپکٹر لکھتا ہے -

" حاجی صاحب ترنگ زئی بارہ مارچ 1908ء کی صبح کو دورے پر روانہ ہوئے تاکہ
مختلف زیارتوں پر جائیں ظاہرا" تو یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مختلف اولیاء کی قبروں پر
زیارت کے لئے روانہ ہوئے ہیں - میں اتمانزئی تک ان کے ساتھ رہا - حاجی صاحب
تھوکی طرف جا رہے ہیں حاجی صاحب کے ساتھ دو شیخ بھی ہیں - "

اس کے بعد حاجی صاحب کی واپس آمد کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا - 16 مارچ
190ء کو حاجی صاحب واپس ترنگ زئی چلے آئے ہیں دوسری صبح بونیر کے علاقے کے

میر خان نے ان سے ملاقات کی۔"

اسلامیہ کالج پشاور کا سنگ بنیاد

سر صاحبزادہ کے دل میں حاجی صاحب کا بے حد احترام تھا وہ جانتے تھے کہ حاجی صاحب جو کچھ کر رہے ہیں وہ قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں باوجود اس کے کہ حاجی صاحب انگریزوں کی نظروں میں کانٹا بن کر چبھ رہے تھے۔ حاجی صاحب کو کئی بار انگریزوں کے خلاف سازش کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ ان پر جھوٹے مقدمے بنا کر ان کی کردار کشی کی گئی انہیں کئی دفعہ وارننگ دی گئی تھی کہ وہ لوگوں کو انگریزوں کے خلاف نہ اکسائیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام سے باز آجائیں بلکہ قبائلی علاقوں میں جہاد کی تبلیغ سے بھی انگریزوں نے حاجی صاحب پر پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔

حاجی صاحب نے اہل سرحد کو جہالت کی تاریکی سے نکالنے کے لئے تعلیمی درس گاہیں قائم کرنے کے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع تو کردیا تھا مگر ہندوؤں اور ہندوستان کی دوسری قوموں کے مقابلے میں مسلمان تعلیمی میدان میں بہت ہی پیچھے تھے اس تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے سرحد کے لوگوں کو وقت کی ضرورت کے مطابق اعلیٰ تعلیم سے مزین کرنے کے لئے ایک کالج کے قیام کے لئے کوششوں کا آغاز کیا سر صاحبزادہ کو معلوم تھا کہ اہالیان سرحد انگریزوں کے خلاف صف آراء ہیں اور وہ انگریزوں کی حکومت کے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں سے متنفر ہیں۔ لہٰذا سر صاحبزادہ نے سرحد میں ایک اہم تعلیمی ادارہ دارالعلوم سرحد کے نام سے قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں سر صاحبزادہ نے انگریزوں سے دوستی کے پردے میں اہل سرحد کے لئے بہت کچھ تعلیمی مراعات حاصل کرنے کی کوشش کی سر صاحبزادہ نے اس کالج کے لئے در در کی بھیک مانگی۔ انگریزوں سے مدد کی درخواست کی اس تمام تگ و دو کا یہ مقصد تھا کہ سرحدی باشندوں کے لئے ایک ایسی درس گاہ قائم ہو سکے جس میں وقت اور حالات کے مطابق سرحد کے بچوں کو تعلیمی میدان میں تربیت

۴۳۵

بکے۔ صوبہ سرحد میں اس درس گاہ کے قیام کے لئے درہ خیبر کے دامن میں ایک
و عریض خطہ زمین حاصل کیا گیا اور اس میں اسلامیہ کالج پشاور کے نام سے ایک
یم الشان درس گاہ کی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی۔ چھبیس جنوری 1912ء کے اخبار
ت روزہ افغان پشاور میں اس ادارے کے متعلق یہ خبر دی گئی۔

"اسلامیہ کالج کے متعلق گزشتہ ہفتہ جو نوٹ لکھا گیا تھا کہ پبلک نہایت بے چینی
سے اسلامیہ کالج کے متعلق کسی عملی کاروائی کے سننے کا انتظار کر رہی ہے اس پر معزز
کین کالج کمیٹی نے کافی غور کیا ہے اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ کالج کمیٹی کے آنریری
رٹری عالی جناب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب سی آئی ای نے تمام اضلاع صوبہ
د میں معززین کے نام ایک گشتی چھٹی جاری کر دی ہے کہ وہ ہر ضلع کے سربر آوردہ
ئے دین کا انتخاب کر کے ان کے اسمائے گرامی سے سیکرٹری صاحب کو مطلع کریں۔ اس
ے بعد تاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ کیا جائے گا اور سب سے پہلے اسلامیہ کالج پشاور کی
د کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا جو دوسرے معنوں میں گویا کالج کا ہی بنیادی پتھر ہو گا۔"

اس سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ سر صاحبزادہ نے کالج کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے
د کے تمام اضلاع کے علماؤ مشائخ کو مدعو کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس اہم تعلیمی
ے کی سنگ بنیاد کے لئے ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء و مشائخ کو بھی مدعو کیا گیا
۔ سر صاحبزادہ نے علماء و مشائخ کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ اس دارالعلوم کے سنگ بنیاد
لئے کسی برگزیدہ شخصیت کا نام پیش کریں۔

چنانچہ برصغیر کے علماء و مشائخ کی متفقہ رائے سے سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے خان
سعد اللہ خان، ارباب دوست محمد خان اور خان مغل باز خان کی معیت میں حاجی آباد
حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ وہ کالج کی مسجد کا سنگ بنیاد
ں۔ حاجی صاحب نے اس دعوت کو ایک نیک کام سمجھ کر منظور کیا۔

مولانا آزاد اسی سلسلے میں دو دن پہلے سرحد آکر حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس
آباد میں مقیم تھے ان کے ساتھ قاضی اسلم سنجری کے والد مولانا گل احمد سنجری اور
کے دوسرے علماء و مشائخ کے علاوہ شیخ الہند کی تحریک کے کئی ہندوستانی علماء بھی
آباد میں دو دن پہلے پہنچ چکے تھے۔ قاضی اسلم سنجری بھی اپنے والد کے ساتھ حاجی

آباد میں موجود تھے۔ بیس مارچ 1912ء کو علماؤ مشائخ کا یہ قافلہ اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے کی تقریب میں شمولیت کے لئے روانہ ہوا۔ حاجی صاحب کے کئی مرید اور خلیفہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کی زبانوں پر حسب معمول لا الہ الا اللہ کا ذکر تھا قافلے کے کچھ افراد بیس مارچ کی رات کو قاضی گل احمد سنجری کے ہاں ٹھہرے۔ کچھ تہکال میں ارباب دوست محمد خان کے ہاں اور کچھ ارباب ابراہیم خان کے ہاں ٹھہرے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی، مولانا ابوالکلام آزاد اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے کئی نامور علماء و مشائخ کے طعام و قیام کا انتظام پشاور شہر کے مشہور تاجر سیٹھی کریم بخش نے اپنے مکان میں کیا ہوا تھا۔ سیٹھی کریم بخش سرحد کے وہی معروف تاجر تھے جنہوں نے اسلامیہ کالج کے قیام کے لئے خطیر رقم چندے میں خود بھی دی اور دوسرے تاجروں سے بھی دلوائی اس کے علاوہ اسلامیہ کالج کی خوبصورت مسجد کی تعمیر اور اس کی آرائش کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔

سرحد اور ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ کی موجودگی میں حاجی صاحب کا اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنا بھی حاجی صاحب کے مذہبی اور روحانی مقام کی نشان دہی کرتا ہے۔ مسٹر اعجاز الحق قدوسی مصنف تذکرہ صوفیائے سرحد کا یہ کہنا کہ:-

"حضرت حاجی ترنگ زئی کی تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر حکومت سرحد کو اس کے فوری توڑ کا خیال پیدا ہوا اور اس دور کی انگریزی حکومت نے پشاور میں اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے کی ٹھانی۔ موضع سینہ وڑی اور تہکال بالا کی زمینات میں رقبہ تعدادی 916 کنال اور سترہ مرلے زمین اسلامیہ کالج کی تعمیر کے لئے خریدی گئی اور اکیس مارچ 1912ء کو اس کالج کے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی گئی۔ سنگ بنیاد کی رسم کے موقع پر مولانا عبداللہ عباسی معروف بہ قطب شاہ نے تلاوت قرآن مجید کی نواب عبدالقیوم لودھی اور کرنل اسلم خان سدوزئی ایک بالٹی میں چونا اور چاندی کی کرنڈی لے کر حاجی صاحب کی طرف بڑھے اور آپ سے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ حضرت حاجی صاحب نے اپنے دست مبارک سے اس کالج کی خشت اول رکھی۔"

دراصل سر صاحبزادہ نے دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے حاجی صاحب کی ذات کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ ایک تو حاجی صاحب اپنے زمانے کے عظیم مذہبی اور

سم تتم لم

رہتا تھے اور وہ سرحد کو جہالت کی پستی سے نکالنے کی خود عرصے سے کوشش کر
تھے اس لئے اس عظیم دارالعلوم کی بنیاد کے لئے حاجی صاحب کی نیک دعاؤں کے
مند تھے۔ وہ ان کی بزرگانہ دعاؤں کی برکت اور ان کے دست مبارک سے رکھے
اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لئے وہ حاجی صاحب کی بزرگانہ دعاؤں کے متمنی
دوسری ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ سرحد کے لوگ انگریزوں کی سرپرستی میں قائم ہوئے
تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے بھیجنا قطعاً" پسند نہیں کرتے تھے
انگریز ان کے بچوں کو عیسائی نہ بنا دیں اس لئے سرصاحبزادہ کی یہ دلی آرزو تھی کہ
صاحب اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں گے تو سرحد کے عوام کے دلوں سے یہ
جاتا رہے گا کہ یہ دارالعلوم بھی انگریزوں کا قائم کردہ ہے لہذا وہ اپنے بچوں کو
کے لئے اس دارالعلوم میں داخل کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔
کے باوجود سرحد کے لوگ انگریزوں کی سرحد کے معاملے میں بنائی جانے والی تعلیمی
سے جس قدر خائف تھے اس کا اندازہ ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کے اس بیان سے لگایا
ہے۔

" پیر بابا کے خاندان کے ایک فرد جناب سید عبدالرؤف بادشاہ ریٹائرڈ اسسٹنٹ
ڈپٹی کلکٹر) نے بتایا کہ میں پشاور شہر کے موجودہ گورنمنٹ ہائی سکول جو ان دنوں
ہائی سکول کے نام سے مشہور تھا ۱۹۱۱ء تک طالب علم رہا۔ دارالعلوم سرحد جو آج
اسلامیہ کالج پشاور کے نام مشہور ہے۔ اس کی بنیاد ایک مسجد کے سنگ بنیاد سے
تھی اس کی افتتاحی تقریب میں ہمارے سکول کے طلباء کے ساتھ میں بھی شریک ہوا
جب اسلامیہ کالجیٹ سکول کے چند کمرے تیار ہو گئے تو اس میں داخلہ شروع ہوا سر
عبدالقیوم نے اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے میں بہت زبردست کام کیا مگر سرحد کے
بالکل تیار نہ تھے کہ وہ انگریزوں کی سرپرستی میں چلنے والے سکولوں میں اپنے بچوں
داخل کریں کیونکہ عام طور پر لوگوں کا یہ رجحان تھا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے
عیسائی بن جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں پہلے دن گورنمنٹ ہائی سکول میں
ہوا تو گھر میں ایک قسم کا ماتم بپا تھا والد نے ہر چند سب کو سمجھایا مگر گھر کے تمام
ان میں زیادہ تر بڑے بوڑھے بزرگ اور خاص کر عورتیں شامل تھیں ان کی زبان

Scanned with CamScanner

پر یہی تھا کہ رؤف اب عیسائی بن جائے گا - بہر حال میرے بڑے بھائی سید محمد عمر بادشاہ چونکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے - اس لئے انہوں نے میرے سکول میں داخلے کے سلسلے میں ہر مخالفت کو برداشت کیا - جب میں نے گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 سے آٹھویں جماعت پاس کرلی تو سر صاحبزادہ عبدالقیوم نے ایک کرکٹ میچ میں میرا شاندار کھیل دیکھ کر مجھے اپنے پاس بلایا اور میری حد سے زیادہ حوصلہ افزائی کی اور پھر میرے والد کو کہہ کر انہوں نے مجھے اسلامیہ کالجیٹ سکول میں داخل کرا دیا میں نے وہیں بورڈنگ میں رہائش اختیار کرلی اور کالجیٹ سکول میں پڑھنے لگا وہاں سے میں نے 1917ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ان دنوں کالجیٹ سکول میں طلباء بہت تھوڑے ہوتے تھے کیونکہ لوگوں کی اکثریت انگریز حکمرانوں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی تھی اور اسی لئے انگریزی تعلیم سے بھی لوگ نفرت کرتے تھے حقیقت بھی یہ تھی کہ سرکاری سکولوں میں اس قسم کی تعلیم دی جاتی تھی کہ لوگ عیسائیت کی طرف راغب ہو سکیں - غریب لوگ تو غربت کی وجہ سے عیسائی مبلغین کے جال میں آسانی سے پھنس جاتے تھے انہی خطرات کے پیش نظر سرحد کے پٹھان انگریزی تعلیم یا انگریزوں کی سرپرستی میں دی جانے والی تعلیم سے دور بھاگتے تھے - صاحب زادہ عبدالقیوم سرحد کے گاؤں گاؤں پھرتے تھے اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ لوگ اپنے بچوں کو اسلامیہ کالجیٹ سکول میں داخل کریں مگر میں نے خود کئی بار دیکھا کہ لوگوں نے دونوں ہاتھ باندھ کر سر صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ " سر صاحبزادہ صاحب کالج کے لئے جتنا چندہ چاہتے ہیں آپ کو ہم دینے پر تیار ہیں مگر ہم کبھی اپنے بچوں کو انگریزوں کی تعلیم نہیں سیکھنے دیں گے کیونکہ اس طرح ہمارے بچوں میں غیرت و حمیت باقی نہیں رہ سکے گی اور اخلاقی لحاظ سے یہ انگریز قوم ہمارے بچوں کو تباہ و برباد کردے گی -

حاجی صاحب اور مجاہدین آزادی کا رابطہ

تحریک ریشمی رومال میں حکومت ہند نے جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں مندرجہ مجاہدین آزادی کا حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد اور ...جہد آزادی کا ذکر ملتا ہے - انگریزوں کی اس ڈائری سے بھی حاجی صاحب کی مجاہدانہ ...ی کی جھلک ملاحظہ ہو -

" مولوی احمد جان دیو بند کے مدرس غلام رسول کا بھتیجا ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا محمود حسن نے مولوی عزیز گل کو جہاد کی تیاری کا پتہ چلانے کے لئے حاجی ...ب ترنگزئی کے پاس بھیجا تھا تو یہ مولوی بھی مولوی عزیز گل کے ہمراہ گیا تھا -

مولوی عبدالعزیز ضلع پشاور کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے - دیو بند کے مدرسے کا اس ...ن طالب علم تھا جب مولوی فضل ربی وہاں تھے - تین جون 1916ء کے لگ بھگ ...ار نصر اللہ خان سے ملاقات کے خفیہ مشن پر حاجی صاحب ترنگزئی کی طرف سے فضل ...ی اور فضل محمود کے ہمراہ کابل گیا تھا - ممکن ہے یہ وہی عبدالعزیز ہو جو اتمان زئی کے ...گل کا لڑکا تھا جو حاجی صاحب ترنگزئی کے ساتھ 1915ء میں آزاد علاقے کو چلا گیا تھا -

مولوی سیف الرحمٰن جون 1915ء میں دہلی کی فتح پوری مسجد میں ملازم تھے اچانک ...ب ہوگئے ہیں - بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ عبور کرکے قبائلی ...قے کو چلے گئے ہیں جہاں وہ حاجی صاحب ترنگزئی سے وابستہ ہوگئے ہیں - جو ایک ...وش مگر کٹر اور با اثر ہندوستانی تھا اور ہجرت کرکے قبائلی علاقے میں چلا گیا ہے ہماری ...حد پر رہنے والے قبائل کی بے چینی اور شورشیں بھی حاجی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ...ں -

کہا جاتا ہے کہ تیس نومبر یا دسمبر 1914ء میں محمود حسن کو پہلی مرتبہ سرحد پار ...لوگوں سے مشورے کرتے دیکھا گیا - یہ کابلیوں جیسے دو آدمی تھے جو ان کے گھر آئے ...س وقت عبید اللہ، انیس احمد، عزیز گل اور حمد اللہ بھی وہاں موجود تھے - اس کے شاید ...ماہ کے بعد یہ لوگ دوبارہ آئے مولوی فضل ربی ان کے ساتھ تھا - اس دفعہ دو خفیہ ...ے ہوئے مولانا حمد اللہ، عزیز گل، انیس احمد اور ظہور محمد ان خفیہ جلسوں میں شریک تھا

Scanned with CamScanner

- یہ لوگ تیسری مرتبہ بھی آئے اس دفعہ مولانا محمود حسن کے علاوہ محمد میاں، ولی محمد آف لاہور، عزیر گل اور جان محمد موجود تھے اور شاید مولوی احمد چکوالی اور محمد یاسین بھی اس وقت ان کے گھر آگئے تھے -

قاری عبدالمستعان کی قلمی کتاب " حاجی صاحب ترنگزئی کی ابتدائی جدوجہد " کے مطابق شیخ الہند کی دعوت میں بھی حاجی صاح مولانا ایوب خان المشہور طورو ملا اور مجھے (قاری عبدالمسعان) کو ساتھ لے کر دیو بند میں گئے تھے اور تیسری بار دہلی کی جامع مسجد فتح پوری میں بھی ایک خفیہ اجلاس میں شریک ہوئے تھے جس میں حکیم اجمل خان ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شریک تھے - اس مجلس میں حاجی صاحب کو قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کرنے کو کہا گیا -

دریں اثناء 1915ء میں فضل ربی، حاجی صاحب ترنگزئی، مولوی فضل محمود، مولوی عبدالعزیز اور مولوی سیف الرحمٰن سرحد پار کافی سرگرم رہے - ان کو مولانا محمود الحسن نے تاج برطانیہ کے خلاف شورش پھیلانے کے لئے بھیجا تھا چنانچہ ان کے ایماء پر تاج برطانیہ کے خلاف جنگ میں بہت سے قبائلیوں نے حصہ لیا - مولانا محمود حسن نے ہندوستان سے مکہ معظمہ جاتے وقت بھی مولوی عزیر گل کو حاجی صاحب ترنگزئی کے لئے پیغامات اور روپے دے کر روانہ کیا تھا - مولوی احمد چکوالی کو اسی مقصد کے لئے دوبارہ قبائلی علاقے میں بھیجا تھا - مولانا محمود الحسن نے ہندوستان سے جاتے وقت مجاہدین کے، ایک قاصد سے ملاقات کی تھی جو مجاہدین کے لئے سات ہزار روپے لے کر قبائلی علاقہ کو گیا - وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس سے بھی ایک پیغام مولانا کے لئے لایا تھا - ابوالکلام آزاد کی طرف سے بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی وقتاً" فوقتاً" مجاہدین کو روپیہ پہنچتا رہتا ہے - مولانا ابوالکلام آزاد نے قبائلی مجاہدین کے لئے ایک ڈاکٹر عبدالکریم عرف صدر الدین کو قبائلی علاقے میں بھیجا جو زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کا کام کرتا ہے -

جون 1916ء میں مولوی عبدالرحیم اسلحہ اور روپیہ وغیرہ لے کر سرحد پار کے قبائل میں پہنچا - یہ جنگ مجاہدین سوات، بونیر اور مہمند قبائل نے لڑی تھی - حاجی صاحب ترنگزئی مہمند قبائل کے سردار تھے -

جون 1916ء میں مولوی عبدالرحیم اپنے ساتھ قبائلیوں کے لئے چار پانچ ہزار

اور آزاد علاقے کے علماء و مشائخ اور خوانین کے لئے خطوط لے کر گیا - مولوی
محمود بھی اس پارٹی کا ایک ممبر تھا جو حاجی صاحب ترنگزئی کے لئے ایک اہم خط لے
تھا اس خط میں حکومت برطانیہ کے خلاف مشترکہ جنگ کرنے کی تلقین کی تھی -

عبدالرحمٰن مولانا محمود حسن کے ان آدمیوں میں سے ہے جن کو مولانا نے 1915ء
سرحد پار بھیجا تھا تاکہ آزاد قبائل کو جہاد کے لئے تیار کیا جاسکے - یہ وہی عبدالرحمٰن
جو مولانا فضل ربی اور مولانا فضل محمود کے ساتھ جون 1915ء میں کابل کا سفر کر چکا
۔ یہ اس وقت حاجی صاحب ترنگزئی کے ہمراہ آزاد علاقہ میں انگریزوں کے خلاف
رم عمل ہے -

مولوی عزیز گل پسر شہید گل کاکا خیل شمال مغربی سرحدی صوبہ ـــ علاقہ درگئی کا
نے والا ہے - بڑا آتشیں مزاج ہے - جب وہ دیو بند میں طالب علم تھا اسی وقت سے
نا محمود حسن کا پکا مرید ہوگیا تھا - بڑا اہم سازشی ہے - ہجرت کا بڑا خواہشمند ہے - وہ دیو
ر میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا - ستمبر 1915ء میں مولانا محمود حسن کے ہمراہ
ب گیا - سفر حجاز سے قبل مولانا نے اسے آزاد علاقے میں بھیجا تھا تاکہ حاجی صاحب
نگزئی مولانا سیف الرحمٰن اور دوسرے انگریزوں کے باغی لوگوں کی جہاد کی کارکردگی کا
زہ لے سکے اور انہیں مطلع کرسکے کہ مولانا حجاز کو جا رہے ہیں - وہ مولانا محمود حسن
ے ہمراہ ہی حجاز گیا جہاں دو دسمبر 1917ء کو اسے گرفتار کرکے بارہ جنوری 1917ء کو مصر
وانہ کردیا گیا -

بابڑہ ملا عبدالرحمٰن سالار زئی بابو کڑہ ساکن باجوڑ کا لڑکا ہے - سالار زئی اور مہمند
یلوں میں بڑا با اثر ہے' اس وقت عمر چھیاسٹھ سال ہے - 1915ء میں اس نے ابتداء میں
جہاد سے انکار کیا مگر جب حاجی صاحب ترنگزئی نے طعنہ دیا تو دس ہزار مہمندوں کا لشکر
لے کر ستمبر 1915ء میں شب قدر پر حملہ آور ہوا -

محمد علی قصوری خدائی فوج میں میجر جنرل تھے - آپ قصور کے عبدالقادر ایڈوکیٹ
کے صاحبزادے تھے - انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے - وہاں سے 1914ء میں وطن
واپس آئے - فروری 1915ء میں آپ کو حبیبیہ کالج کابل کا پرنسپل مقرر کیا گیا آپ
افغانستان میں نوجوان طلباء کو جہاد کے لئے تیار کرتے تھے - ہندوستان کی عارضی حکومت

جو افغانستان میں قائم کی گئی تھی - اس کے بانیوں میں سے تھے - دس جولائی 1916ء کو آپ حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس قبائلی علاقے میں چلے آئے اور قبائلی مجاہدین کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا شروع کیا - آپ سردار نصر اللہ خان کی طرف سے قبائلی اور سرحدی علاقے کے علماء اور خوانین کے نام خفیہ خطوط لائے جن میں ان علماء اور خوانین سے کہاگیاتھا کہ وہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجاہدین کے شانہ بشانہ میدان عمل میں نکل کر جہاد شروع کر دیں تاکہ عیسائیوں نے دنیائے اسلام کو تباہ کرنے اور زیر کرنے کے جس پروگرام پر عمل شروع کردیا ہے اسے ناکام بنایا جائے - آپ نے چمرکنڈ کے مقام پر آکر مجاہدین کی جنگی سکیموں کی تیاری میں اپنے آپ کو وقف کردیا تھا -

مولوی عبدالخالق بونیر کی زیارت کے گدی نشین تھے - 1915ء میں حاجی صاحب نے انہیں جہاد میں حصہ لینے کے لئے خط بھیجا - انہوں نے حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مریدوں کو جہاد کا حکم دیا -

حاجی صاحب ترنگزئی کے ایماء پر پشاور میں جہاد پارٹی 1915ء میں قائم ہوئی - اس پارٹی کا صدر فقیر محمد مروت ساکن لکی تھا - جس نے کوہاٹ سے وٹرنری اسسٹنٹ کی پوسٹ کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کی -

عبدالواحد، فضل قادر اور شیر علی اسلامیہ ہائی سکول پشاور شہر کے طلباء تھے جنہوں نے اس پارٹی کی بنیاد ڈال کر خفیہ طور پر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے آمادہ کیا - بعد میں مذکورہ چاروں افراد نے حاجی صاحب کی جماعت میں شامل ہو کر جہاد میں سرگرم حصہ لیا -

پیر بخش ولد علی مردان ساکن کوہاٹ، کوہاٹ کے اسلامیہ سکول کا طالب علم تھا - یہ کوہاٹ کی جہاد پارٹی کا سرگرم رکن تھا - جب لاہور کے طلباء قبائلی علاقے میں جہاد کے لئے پہنچے تو یہ بھی فوراً قبائلی علاقے میں ان سے جا ملے اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرگرم حصہ لیا -

مولانا محمود حسن نے مولانا فضل ربی، مولانا سیف الرحمن اور مولانا فضل محمود کو حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کریں اور

Scanned with CamScanner

...شارہ ستمبر 1915ء کو عرب روانہ ہوئے - ان کے ساتھ تیرہ افراد تھے - آپ نے
...خلیفہ کو جہاد کا فتویٰ صادر کرنے کے لئے کہا - اس ضمن میں آپ غالب پاشا، انور
...جمال پاشا سے ملے اور ان سے فرامین حاصل کرکے کابل بھیجے تاکہ وہاں سے یہ
...ہندوستان میں تقسیم کئے جائیں - یہ فرامین محمد میاں جو مولوی منصور کے نام سے
...تھے - ان کے ہاتھ بھیجے گئے - مولانا اس تحریک میں جنرل مقرر کئے گئے تھے -
...مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے انگریزوں کے ایماء پر مولانا کو بیس دسمبر
...ء کو گرفتار کرکے جدہ بھیج دیا جہاں سے آپ کو بارہ جنوری 1917ء کو مصر بھیج دیا

مولانا فضل محمود المعروف مولوی محمود پشاور کے رہنے والے تھے - مولانا محمود
...ن کے خاص مریدوں میں سے تھے - انہیں مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا فضل ربی کے
...ھ قبائلی علاقے میں بھیجا گیا تاکہ قبائلی علاقوں کے افراد کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر
...ر سکیں - 1915ء میں قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جو جہاد شروع ہوا - اس
... حاجی صاحب کے ساتھ ساتھ جہاد میں شریک تھے - جون 1916ء میں آپ مولانا
...العزیز اور مولانا فضل ربی کے ساتھ کابل گئے - جو یاغستان میں حزب اللہ کے وکیل
... - حاجی صاحب ترنگزئی نے آپ کو نصر اللہ خان کے پاس ایک خفیہ مشن پر کابل بھیجا
...ولائی 1916ء میں آپ حاجی صاحب کے پاس انقلابی پارٹی کے ساتھ واپس آئے تو نصر
... خان کی طرف سے حاجی صاحب کے لئے ایک خط بھی لائے - یہ فرمان سرحد اور
...لی علاقوں کے تمام علماء اور خوانین کے نام تھا - حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام نصر
... خان کا ایک خصوصی پیغام ایک خط کی صورت میں لے کر آئے تھے - انہیں بھی
...ائی فوج میں لیفٹیننٹ جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا -

فضل ربی کو خدائی فوج میں کرنل مقرر کیا گیا تھا - یہ ابوالفتح کے نام سے مشہور
...ے ان کے باپ کا نام محمود تھا - بفہ کے رہنے والے تھے - یہ گدر کے مدرسہ کے سکول
...سٹر تھے - یہ سکول حاجی صاحب ترنگ زئی نے 1910ء میں قائم کیا تھا - گدر کے مدرسہ
...ے لئے پشاور میں ایک جلسہ ہوا تاکہ فنڈ اکٹھا کیا جائے - فضل ربی صاحب نے اس جلسہ
...یں انگریزوں کے خلاف ایک قابل اعتراض تقریر کی - بعد میں آپ دیو بند چلے گئے -

Scanned with CamScanner

وہیں تعلیم حاصل کی اور مولانا محمود حسن کے قریبی تلاندہ میں شمار ہونے لگے - مولانا محمود حسن کے ہاں جو خفیہ اجلاس ہوتے تھے ان میں آپ کو باقاعدہ شریک کیا جاتا تھا - مولانا محمود حسن نے آپ کو اور مولانا سیف الرحمٰن کو اور فضل محمود کو حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس بھیجا - حاجی صاحب نے مولانا محمود حسن کے ایماء پر 1915ء میں قبائلی علاقے میں جا کر جہاد کا آغاز کیا تھا - جون 1916ء میں فضل ربی' مولانا فضل محمود کے ساتھ کابل گئے - آپ کے ساتھ حاجی صاحب ترنگ زئی کی طرف سے مولوی عبدالعزیز بھی گئے تھے - مولوی عبدالعزیز یاغستان میں مجاہدین کے وکیل تھے جو تحریک حزب اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے - یہ وفد سردار نصر اللہ جان کے ساتھ ایک خفیہ مشن پر کابل بھیجا گیا تھا - دس یا بارہ دن کے بعد یہ وفد حاجی صاحب کے پاس واپس غازی آباد چلا آیا تھا -

مولانا عبید اللہ سندھی نے مولانا محمود حسن کے نام خطوط میں حاجی صاحب ترنگ زئی کو خدائی فوج کا لیفٹیننٹ جنزل ظاہر کیا ہے - ان کا اصلی نام فضل واحد تھا لیکن عام طور پر وہ حاجی صاح بترنگ زئی کے نام سے مشہور تھے - آپ کے والد کا نام فضل واحد تھا - آپ ترنگ زئی کے جج خیل پیر زادہ مہمند خاندان سے تعلق رکھتے تھے - آپ ضلع پشاور کی تحصیل چارسدہ کے نزدیک ترنگ زئی گاؤں کے رہنے والے اور مشہور بزرگ رہنما ہڈے ملا صاحب کے عقیدت مندوں اور پیروکاروں کے علاوہ پشاور ڈسٹرکٹ میں اہم حیثیت رکھتے ہیں - آپ حکومت برطانیہ کے بہت زیادہ مخالف تھے اور آپ کے خیالات احساسات حکومت برطانیہ کے خلاف تھے -

محمد مبین کے بیان کے مطابق آپ جون 1915ء میں مولانا محمود حسن دیو بندی کے کہنے پر اپنے گاؤں اور جائیداد کو چھوڑ کر آزاد علاقے میں چلے گئے - بہ قول شیخ عبدالحق آپ کے آزاد علاقے میں جا کر مولانا سیف الرحمٰن الکوزی بھی جا ملے - آزاد علاقے میں جا کر آپ نے مہمندوں کو' بونیر والوں کو اور دوسرے قبائلی علاقوں کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف متحدہ طور پر جہاد کرنے پر آمادہ کیا - آپ کی کوششوں سے آزاد علاقے کے لوگوں نے متحدہ طور پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا - حاجی صاحب کی زیر قیادت شب قدر کے مقام پر انگریز فوجوں کے ساتھ مجاہدین کا زبردست مقابلہ ہوا

وی حمد اللہ اور احمد چکوالی کے بیان کے مطابق آپ کا کابل میں مقیم ان لوگوں سے
را رابطہ تھا جنہوں نے وہاں عارضی حکومت قائم کر کے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے
ے لئے عظیم جدوجہد شروع کر رکھی تھی - دیو بند کے نیشنلسٹ علماء کی طرف سے آپ
معقول مالی مدد دی جاتی تھی - مالی امداد اور دوسرے وسائل کے لئے رابطے کے طور پر
پت کے مولوی حمد اللہ اور لاہور کی صوفی مسجد کے مولوی احمد رابطے کا کام کرتے تھے

ہر قسم چپس خریدنے کے لئے
بااعتماد فیکٹری
مساجد اور دینی مدارس کے لئے
خصوصی رعایت
شریف اینڈ کو سٹون چپس فیکٹری جی ٹی روڈ جہانگیرہ تحصیل ضلع نوشہرہ

برصغیر کی تحریک آزادی کا ایک عظیم مجاہد "حاجی صاحب ترنگزئی"

تحریک آزادی کے عظیم جرنیل حاجی ترنگ زئی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر مختلف مقالات، مضامین اور مقالے لکھے گئے ہیں۔ لیکن جناب عزیز جاوید صاحب کی کتاب "حاجی ترنگ زئی" اس میں نمایاں ہے۔ اس کتاب کی یہ خوبی ہے کہ یہ روانگی اور عام فہم ہونے کے علاوہ ٹھوس دلائل پر مشتمل ہے۔ تاریخ کے حوالہ سے جو بات کہی گئی ہے اس کے لئے باقاعدہ بنیادی وسائل سے حوالہ لانے کی کوشش کی ہے۔ حضرت حاجی صاحب کے حالات زندگی مرتب کرتے وقت میں نے زیادہ تر استفادہ اس کتاب سے کیا ہے۔

تحمید اللہ جان شریک درجہ تخصص
فی الفقہ الاسلامی و الافتاء جامعہ عثمانیہ

نام و نسب

برصغیر کی تحریک آزادی کے اس عظیم مجاہد کا نام فضل واحد اور والد ماجد کا نام فضل احمد تھا۔ بچپن میں چوچی پیر کے نام سے مشہور تھے اور تاریخ میں حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا پدری سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے لہٰذا آپ حسینی سید ہیں جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ صوبہ سرحد کے مشہور روحانی پیشوا حضرت رحمکار کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھیں۔

پیدائش

آپ پشاور میں ضلع چارسدہ کے ایک گاؤں ترنگ زئی کے ایک مذہبی اور روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے جد اعلیٰ سید بہاؤ الدین المعروف پیر بودے بابا افغانستان کے مشہور بزرگ بابا ولی قندھاری کے پوتے تھے جن کی دادی پشاور میں تشریف آوری کا زمانہ 650 ھ 1252ء کے لگ بھگ ہے۔ اس زمانے سے لے کر آج تک حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کے خاندان کے افراد اس علاقے میں تبلیغ دین اشاعت اسلام اور معاشرہ میں مصروف ہیں۔ پیر بودے بابا کی اولاد پیر خیل خاندان کے نام سے مشہور ہیں۔ جو ترنگ زئی، اتمان زئی، چارسدہ، مردان اور تخت بھائی کے نزدیک پیر سدو نامی گاؤں میں آباد ہے۔

حاجی صاحب کے آباؤ اجداد کا تاریخی کردار

پیر بودے بابا کی اولاد کا ہشت نگر کے علاقہ چارسدہ' اتمان زئی اور ترنگ زئی میں کافی اثر و نفوذ تھا پٹھان قوم ویسے بھی روایتی طور پر پیروں اور سیدوں کا انتہائی احترام کرتی ہے ۔ اس احترام کا نتیجہ تھا کہ سکھوں نے جب سرحد کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے فوجی اور سیاسی کارروائیاں کیں تو ہشت نگر کے عوام نے حاجی صاحب کے جد اعلیٰ پیر سید رستم شاہ کی معیت اور سید احمد شہید کی قیادت میں صوبہ سرحد میں قائم ہونے والی اسلامی سلطنت کے قیام کے لئے بھرپور عملی جدوجہد کی پھر جب انگریزوں نے سرحد میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے تو اس وقت حاجی صاحب ترنگزئی کے دادا پیر سید رستم شاہ اور حاجی صاحب کے والد پیر سید فضل احمد شاہ کی قیادت میں ہشت نگر کے عوام نے رستم شاہ اور حاجی صاحب کے والد پیر سید فضل احمد شاہ کی قیادت میں ہشت نگر کے عوام نے انگریزی اقتدار اور قبضے کے خلاف سخت ترین مزاحمت کی ۔ 1875ء کی جنگ آزادی میں مردان اور چارسدہ کے عوام نے گائیڈ فوج کے مسلمان نوجوانوں کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر ابھارا ۔ جس کے نتیجے میں پنجاب گورنمنٹ نے یہ حکم جاری کیا کہ پیر بودے بابا کے خاندان میں سے جو لوگ انگریزوں کی مخالفت کے مرتکب ہوئے ۔ ان کی جائیداد بحق حکومت انگریزی ضبط کی جاتی ہے اور آئندہ کے لئے پیر بودے بابا کے خاندان میں سے جو آدمی مرجائے گا اس کے وارث اس کی باقی جائداد میں سے نصف حصہ انگریز حکومت کو دیں گے ۔

تعلیم و تربیت

حاجی صاحب نے قرآنی تعلیم ترنگ زئی کی مسجد میں ملا حمید الدین سے حاصل کی اور اس وقت کے مشہور عالم دین مولانا ابوبکر اخونزادہ اور مولانا محمد اسماعیل سے بنیادی اسلامی تعلیم حاصل کی نہایت محنت کے ساتھ چودہ سال کی عمر میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ فارسی ادب کی چند اسلامی کتابیں پڑھیں اس کے بعد آپ تہکال کے ایک اسلامی مدرسے میں داخل ہوئے ۔ تہکال میں آپ چھ سال زیر تعلیم رہنے کے بعد اپنے گاؤں ترنگ زئی چلے گئے جہاں عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے ۔

مرشد کی تلاش

بچپن سے ہی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی ۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ منہمک ہوگئے شروع شروع میں ترنگ زئی ہی کی مسجد پیران میں ہی چلہ کشی شروع کردی مگر چونکہ کسی مرشد کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت نہیں کی تھی اس لئے مقررہ مدت یعنی چالیس دن پورے کرنے سے پہلے ہی چلہ گاہ سے نکل کر باہر آئے اور ھڈہ نامی گاؤں کی طرف روانہ ہو پڑے ۔ جو افغانستان کے مشہور شہر جلال آباد سے جنوب کی طرف ایک قبائلی علاقے میں واقع ہے ۔ ہڈہ گاؤں میں سرحد کے مشہور روحانی رہنما حاجی نجم الدین عرف ہڈہ ملا رہتے تھے جو سوات کے بزرگ رہنما حضرت شیخ اخوند عبدالغفور قادری کے خلیفہ تھے ۔ حاجی صاحب ترنگ زئی انہی عالم، باعمل صوفی، با طریقت اور مجاہد اسلام کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ ہڈہ صاحب نے آپ کو نہ صرف بیعت سے نوازا بلکہ فرقہ خلافت بھی عطا کیا ۔

دیو بند کو روانگی

حاجی صاحب کا سفر دیو بند محض اس علمی مرکز کو دیکھنا تھا اور پھر یہاں سے انہوں نے اجمیر شریف جانا تھا ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے آپ کی ملاقات ہوئی ۔ حاجی صاحب مولانا شیخ الہند سے عمر میں کچھ بڑے اور باریش تھے ۔ طلباء حاجی صاحب کو پیر خاندان کا ایک فرد سمجھ کر علاقے کے رسم و رواج کے مطابق نہایت احترام سے پیش آتے تھے ۔ شیخ الہند صاحب بھی حاجی صاحب کی شخصیت اور اخلاق و عادات سے متاثر ہوئے اور حاجی صاحب کے ساتھ نہایت عزت سے پیش آنے لگے ۔ دارالعلوم میں چند دنوں کے قیام کے دوران حاجی صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ عنقریب علماء ہند کا ایک قافلہ حج بیت اللہ کو روانہ ہوگا تو حاجی صاحب نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی علمائے ہند کے اس قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوگا تو حاجی صاحب نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی علمائے ہند کے اس قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کریں چنانچہ آپ بجائے اجمیر شریف جانے کے ترنگ زئی واپس آکر زار راہ کا انتظام کرکے دوبارہ دارالعلوم دیو بند گئے جہاں سے شوال 1294 ھ میں بزرگان دین ہندوستان کے قافلے کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے ۔ قافلے میں صدھا دین دار مسلمان شامل تھے قافلہ کے سالار مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے ۔ شیخ الہند نے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے

...ی صاحب کا تعارف تمام علماء فضلاء سے بھی کرایا تھا۔ جب یہ قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تو ...ں اہل قافلہ نے حضرت حاجی امداد اللہ کے دیدار پر انوار کی سعادت حاصل کی اور ان ...ے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔

مکہ شریف میں قیام کے دوران ہندوستان میں انگریزوں کے قبضے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے واقعات موضوع بحث بنے ہوئے تھے۔ وہی جگہ ایسی بے خطر جگہ تھی جہاں انگریزوں سے نجات کی تدبیروں کا پروگرام بنایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ سرکردہ علماء نے جن میں مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم تھے۔ ایک خاکہ مرتب کیا یہ ایک عملی حکم تھا جو دراصل سید احمد شہید کی تحریک آزادی کا ایک عملی حصہ تھا جس پر عمل پیرا ہو کر انگریزوں سے نجات حاصل کرنا تھی۔ مولانا محمود الحسن کو عملی سکیم کا ناظم مقرر کیا گیا اس سکیم کے تحت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وعظ اور پندو نصائح کے پیرائے میں انگریزوں کے خلاف فضاء کو ہموار کرنا اسلامی مدرسوں کا اجراء' انگریزی عدالتوں اور انگریزی تعلیم کا خفیہ طور پر بائیکاٹ کرانے کی ترغیب دلانا تھا۔ سید احمد شہید کی اس تحریک جہاد کا آغاز بھی صوبہ سرحد سے ہوا تھا۔ اس لئے انگریزوں کے خلاف عملی جہاد کے آغاز کے لئے بھی سرحد کو ہی منتخب کیا گیا۔ برصغیر کی سرکردہ شخصیتوں اور مولانا محمود الحسن نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو اس عملی جہاد کا امیر مقرر کرکے انہیں کہا کہ وہ واپس جا کر سرحدی علاقوں میں دورے کرکے پہلے سرحدی عوام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ کے ساتھ لوگوں کو منظم کریں تاکہ وہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے تمام باہمی اختلافات مٹا کر متحدہ طاقت بن جائیں تاکہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں چنانچہ حج سے واپس آنے کے بعد حاجی صاحب نے ایک جامع منصوبے کے تحت کام کا آغاز کیا۔ (بحوالہ مولف حاجی صاحب ترنگ زئی)

پہلے جہاد میں حصہ

حاجی صاحب پروگرام کے مطابق برطانوی مقبوضہ علاقے میں جہاد کے لئے فضاء سازگار کرنے' اصلاح معاشرہ' تبلیغ اسلام اور عوام کو جہالت سے نکالنے کے کام میں مصروف تھے۔ دوسری طرف قبائلی علاقوں میں بھی جہاد کی تیاریاں زور و شور سے شروع

Scanned with CamScanner

تھیں - حاجی صاحب کا قبائلی علاقے کے علماء و فضلاء اور عمائدین سے لگا تار رابطہ قائم تھا اور وقت کے انتظار اور مجاہدین اسلام کی تربیت کا کام شروع تھا - حاجی صاحب کے مرشد حضرت نجم الدین عرف ہڈہ ملا بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کی مکمل تیاری میں مصروف تھے - جون 1897ء میں حاجی صاحب حسب معمول اپنے مرشد کے پاس گئے ہوئے تھے کہ اچانک تمام قبائلی علاقے میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ انگریزوں کی بے پناہ فوج پیش قدمی کرتی ہوئی قبائلی علاقے میں پہنچ چکی ہے اور مالاکنڈ سے آگے بڑھ رہی ہے یہ خبر سنتے ہی ہڈہ صاحب نے جہاد کا اعلان کردیا - حاجی صاحب نے ہشت نگر کے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ وہ خفیہ طریقے سے مسلح ہو کر ہشت نگر سے سیدھے ہڈہ پہنچیں - اس پیغام کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب نے اپنے معتمد قبیلوں' اتمان خیل' ماموں زئی اور طوطیالی کے مجاہدین کا ایک بھاری لشکر تیار کرکے انگریز فوجوں کے مقابلے کے لئے تیار کرلیا - ہڈے صاحب کے دوسرے خلیفہ ملا مستان عرف سرتور فقیر بھی دیر' باجوڑ' بونیر اور سوات کے مجاہدین کا ایک بھاری لشکر لے کر پہنچ گئے - حاجی صاحب کے لشکر نے مالاکنڈ کے محاذ اور ملا مستان کے لشکر نے چکدرہ کے مقام پر انگریزی فوجوں پر زبردست حملہ کیا - یہ حملہ کئی دن تک جاری رہا - حاجی صاحب کے لشکر نے مالاکنڈ کے علاوہ پیر کلے' بٹ خیلہ اور چکدرہ کے محاذ پر انگریز فوجوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس جنگ میں انگریز فوجوں کو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا - چنانچہ اس جنگ کے خاتمے کے بعد حاجی صاحب خاموشی کے ساتھ ترنگ زئی چلے آئے اور اپنے جاری کردہ پروگرام پر عمل درآمد شروع کردیا - (بحوالہ مولف حاجی صاحب ترنگ زئی)

حاجی صاحب کی تعلیمی درسگاہیں

سرحد میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی - حاجی صاحب نے عوام کی گمراہیوں اور اس کی جڑ کو معلوم کرلیا تھا - انہیں اس کا پوری طرح احساس ہو چکا تھا کہ جب تک عوام سے جہالت کو دور نہ کیا جائے گا اور اس میں اسلامی تعلیم کی روشنی عام نہ کی جائے گی اس وقت تک صحیح معنوں میں برائیوں کا انسداد اور ان کی روک تھام نہ ہوسکے گی اور نہ انگریزوں کے عذاب سے نجات حاصل ہو سکے گی - چنانچہ آپ نے علاقہ پشاور

Scanned with CamScanner

اور مردان سے دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا آپ کی مخلصانہ کوششوں سے اسلامی مدارس قائم ہوئے ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت گدون اور اتمان زئی کے مدارس کو حاصل تھی۔

آپ ہی کی تحریک پر مولانا علی احمد سنڈا ملا نے تہکال پایان میں حاجی صاحب کی زیر قیادت ایک اسلامی مدرسے کی بنیاد ڈالی اس مدرسے کا نظم و نسق ملا سنڈا کے حوالے کیا گیا سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور کی ایک رپورٹ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تہکال پایان کا سکول حاجی صاحب کی نگرانی میں ہی جاری ہوا تھا اور انہوں نے ملا سنڈا کے کورس سکول کا منتظم مقرر کیا تھا۔ اس سکول میں ایک طرف تو بچوں کو اسلامی نظام حیات اور اسلامی سانچے میں ڈھالا جا رہا تھا اور دوسری طرف مسلمان بچوں کو انگریزوں کی غلامی سے نجات کی جدوجہد کے متعلق ان کے خیالات میں ایک انقلابی اور عملی تبدیلی پیدا کی جا رہی تھی۔ اس سلسلے میں مردان اور پشاور کے علاقوں میں تقریباً" پچاس سکول قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ سرکاری ریکارڈ سے 34 سکولوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ بحوالہ قلمی روزنامچہ مولانا شاکر اللہ سرکاری ریکارڈ کے مطابق حاجی صاحب نے جو سکول قائم کئے تھے وہ مندرجہ ذیل تھے۔ کافور ڈھیری، گل بیلہ، پشاور شہر، تہکال پایاں۔ ارمڑ میانہ۔ اکبر پورہ۔ بانڈہ۔ طریان نوشہرہ۔ جہانگیرہ صوابی۔ تور ڈھیر۔ مانیری پایان۔ تودیہہ صوابی۔ ترلاندی اسماعیلہ۔ کالو خان۔ ادینہ۔ گڑھی کپورہ۔ گڑھی دولت زئی۔ گڑھی اسماعیل زئی۔ کوٹھا تورو۔ گدر۔ گجرگڑھی۔ شہباز گڑھی۔ محمد ناڑی۔ درگئی۔ گل آباد۔ عمر زئی۔ آگرہ میانہ۔ آگرہ پایان۔ رجڑ۔ چارسدہ۔ پڑانگ۔ خرکی۔ تنگی۔ تہکال۔ پشاور شہر۔ تہکال پایان حاجی صاحب نے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے لوگوں کو احساس دلایا کہ وہ اپنے علاقوں میں سکول جاری کرے۔

اسلامیہ کالج پشاور کا سنگ بنیاد

صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے کالج کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے سرحد کے تمام اضلاع کے علماء مشائخ کو مدعو کیا کہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس اہم تعلیمی ادارے کے سنگ بنیاد کے لئے ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء و مشائخ کو بھی مدعو کیا گیا تھا کہ وہ اس دارالعلوم کے

سنگ بنیاد کے لئے کسی برگزیدہ شخصیت کا نام پیش کریں۔

سرحد اور ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ کی موجودگی میں حاجی صاحب کے اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھنا بھی حاجی صاحب کے مذہبی اور روحانی مقام کی نشان دہی کرتا ہے۔ مسٹر اعجاز الحق قدوسی مصنف تذکرہ صوفیائے سرحد کا یہ کہنا کہ "حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر حکومت سرحد کو اس کے فوری توڑ کا خیال پیدا ہوا اور اس دور کی انگریزی حکومت نے پشاور میں اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھنے کی ٹھانی۔ موضع سپینہ وڑئی اور تہکال بالا کی زمینات میں رقبہ تعدادی 916 کنال اور 17 مرلے زمین اسلامیہ کالج کی تعمیر کے لئے خریدی گئی اور اکیس مارچ 1912ء کو رس کالج کے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی گئی۔ سنگ بنیاد کی رسم کے موقع پر مولانا عبداللہ عباسی معروف بہ قطب شاہ نے تلاوت قرآن مجید کی۔ نواب عبدالقیوم لودھی اور کرنل اسلم خان سروزئی ایک بالٹی میں چونا اور چاندی کی کرنڈی لے کر حاجی صاحب کی طرف بڑھے اور آپ سے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ حضرت حاجی صاحب نے اپنے دست مبارک سے اس کالج کی خشت اول رکھی۔

جہاد کیلئے حاجی صاحب کی ہجرت

حاجی صاحب نے جب آنکھ کھولی تو اس وقت سرحد سے سکھوں کے اقتدار کا ستارہ ڈوب رہا تھا اور انگریزوں کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔ سید احمد شہید کے پیروکاروں کو جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف کار تھے۔ چن چن کر یا تو قتل کیا جا رہا تھا یا پھر انہیں جیلوں میں نظر بند کر کے سخت ترین اذیتیں دی جا رہی تھیں اور انہیں بغاوت کے اقدامات میں ملوث کر کے پھانسی کی سزائیں دی جا رہی تھیں۔

حاجی صاحب کی ہجرت کے بعد 1916ء میں شملہ سے یہ سرکاری رپورٹ شائع ہوئی کہ حاجی ترنگ زئی فضل واحد ولد فضل احمد حج خیل مہمند پیرزادہ ساکن عمر زئی میرا میں ترنگ زئی کے نزدیک بہت بڑی زمین لوگوں نے اسے دی اس نے وہاں ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ 1908ء میں جیل سے رہا ہوا ہشت نگر کے دس ملکوں نے پانچ سو روپے فی نفر کے حساب سے اس کی ضمانت دی تھی کہ وہ چارسدہ کے علاقہ سے باہر نہیں

جائے گا نہ ہی وہ باغیانہ تقریریں کرے گا جیل سے رہا ہوتے ہی وہ کابل گیا 1912ء میں اس نے برطانوی سکولوں کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی - مارچ 1915ء میں اس کی ضمانت ضبط ہوگئی -

1914ء میں جب جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور اتحادیوں نے ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تو برصغیر کے مسلمانوں نے اتحادیوں کی اس حرکت کو اسلام دشمنی قرار دے کر انگریز حکمرانوں کو خبردار کیا کہ اگر ترکوں پر کوئی ظلم کیا گیا تو برصغیر کے مسلمان اپنے ترک بھائیوں کے دوش بدوش اسلامی سلطنت کو بچانے کے لئے ہر ممکن اقدام کریں گے۔

حاجی صاحب کو شیخ الہند محمود الحسن کی طرف سے پیغام پہنچ چکا تھا کہ وہ فوری طور پر قبائلی علاقے میں جا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیں تاکہ انگریزوں کی فوجی طاقت منتشر ہو جائے تاکہ وہ ترکوں کے خلاف اپنی پوری فوجی طاقت خرچ نہ کرسکیں - حاجی صاحب یہ حکم پاتے ہی تیاری میں مصروف ہوگئے -

حاجی صاحب کے گھر کا سامان غلہ، کپڑے، برتن اور بستر وغیرہ باہر نکال کر غرباء میں تقسیم کی -

جب شام ہوئی تو بچوں نے حاجی صاحب سے کہا کہ آج تو بستر نہیں ہم کس پر سوئیں - حاجی صاحب نے بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا ہمارے پیغمبرؐ نے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت فرمائی تھی اور ہجرت کرتے وقت تمام سامان خدا کی راہ میں قربان کردیا تھا - ہم بھی خُدا کے دین کی حفاظت کے لئے آج رات ہجرت کر رہے ہیں - زمین ہمارا بچھونا ہوگی اور آسمان ہمارے گھر کی چھت ہوگی - ہم آج اس گھر کو خدا حافظ کہہ کر اس گھر سے جا رہے ہیں ہم بھی سنت نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے اپنا گھر اور اپنی جائیداد خدا کے دین کی حفاظت کرنے کی خاطر چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اس وقت تک ہم واپس نہیں آئیں گے جب تک اس ملک میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آتا - بادشاہ گل فضل اکبر بیٹوں میں سب سے بڑا اور کچھ سمجھ دار بھی تھے - انہوں نے کہا بابا جی! ہم واپس کب آئیں گے؟ کہا جب ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے - مجاہد باپ کے بچوں کے چہروں پر طمانیت تھی وہ اپنے گھر بار کو چھوڑتے ہوئے اسی طرح خوش و خرم

Scanned with CamScanner

دکھائی دے رہے تھے جس طرح باپ خدا کی راہ میں اپنی جان و مال کی قربانی کے لئے خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے۔

ہندوستان کے اس عظیم مجاہد نے حاجی آباد سے نکل کر سرکی' مدہ بابا' جلالہ اور لوند خوڑ سے ہوتے ہوئے دوسرے دن صبح میاں خان سنگاؤ کے پہاڑ ڈھلوان کو عبور کیا۔ لوند خوڑ سے لے کر بونیر کی سرحد تک لوگ حاجی صاحب کا استقبال کرنے کے لئے چشم براہ تھے۔ یہ قافلہ تیسرے دن چناڑ کے مقام پر پہنچا۔ چناڑ میں مقیم ہو کر حاجی صاحب نے جہاد کی تیاری شروع کردی اور اہل خانہ کو بونیر کے ایک گاؤں جوہڑ بھیج دیا۔ چناؤ میں چند دن رہ کر لوگوں کو جہاد کے پرچم کے نیچے متحد کیا اور پھر سوات کے لوگوں کو بھی جہاد کے لئے منظم کرنے کے لئے سوات پہنچے۔ وہاں نلکوٹ کے مقام پر کاکا میاں کے ہاں مقیم ہوئے۔ نلکوٹ میں تبلیغ جہاد کے بعد آپ باجوڑ کے مقام پر پہنچے۔

جہاد کا آغاز

حاجی صاحب رمضان کا پورا مہینہ راتوں کو عبادت اور ریاضت میں گزارتے تھے اور دن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کر رہے تھے۔ حاجی صاحب نے امبیلہ میں جب عید کی نماز ادا کی اس وقت بھی ہزاروں افراد نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی عید کے دوسرے دن مجاہدین کے دستے حاجی صاحب کے پاس پہنچے چودہ اگست 1915ء کا دن تھا۔ حاجی صاحب نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد جہاد کا اعلان کیا۔

جہاد کا اعلان ہوتے ہی مجاہدین ہاتھوں پر پرچم اٹھا کے مردان کی طرف روانہ ہوئے۔ پندرہ اگست کو مجاہدین ضلع مردان کے علاقہ رستم کے دروں میں وارد ہوئے ان دروں سے اللہ اکبر کی صدائیں جب بلند ہونے لگیں تو جانبازان اسلام کی گرج دار آوازوں سے برطانوی فوجوں کے دل لرزنے لگے۔ حکومت نے فوری طور پر فوجوں کا سہارا لیا اور مسلح فوج کی جو توپوں' مشین گنوں اور آتشیں اسلحہ سے لیس تھی رستم کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ مجاہدین کی پیش قدمی کو روکا جاسکے۔ مردان کے تمام ضلع کے عوام نے مجاہدین کی آمد کی خبر پر خوشیاں منائیں اور مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے ہر طرح سے تیاری کی

مگر حکومت نے مردان، صوابی، رستم اور اردگرد کے تمام گاؤں اور قصبوں میں گھر گھر پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا - مردان اور اس کے اردگرد کے گاؤں کی یہ حالت تھی کہ گویا ہر گھر ایک قید خانہ کا منظر پیش کر رہا تھا یہ اس لئے تاکہ مقامی لوگ مجاہدین کی کسی قسم کی مدد نہ کرسکیں - مردان کے علاوہ چارسدہ اور تنگی میں بھی ہر گھر پر مسلح پہرہ لگا دیا گیا تمام گاؤں کی ناکہ بندی کردی گئی تاکہ کسی بھی گاؤں کا کوئی آدمی مجاہدین کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے - آخر کار حاجی صاحب نے مجاہدین کو انگریزی فوج پر یلغار کا حکم دیا - خدائی فوج اور برطانوی فوج کا آمنا سامنا ہوا جنگ کے آغاز پر برطانوی فوج نے توپ خانے کے منہ کھول دیئے - مشین گنوں نے آگ برسانا شروع کردی - خدائی فوج کے ساتھ صرف تلواریں اور بندوقیں اور قوت ایمانی تھی - سترہ اگست 1915ء کو دن کے دو بجے لڑائی شروع ہوئی اور شام تک مسلسل خون کے دریا بہتے رہے - شام ہوئی تو مجاہدین پہاڑوں میں چلے گئے - بیس لاشیں انگریزی فوج کے قبضے میں آئیں - انگریزی فوج کا ایک افسر لیفٹیننٹ میکنٹا مارا مجاہدین کی گولی کا نشانہ بنا اور کئی دوسرے فوجیوں کو موت کی گھاٹ اتارا گیا کئی فوجی زخمی ہوئے - سرکاری رپورٹ کے مطابق پچاس مجاہد شہید اور چالیس زخمی ہوئے - اس کے ساتھ انگریزی فوج مجاہدین سے اس قدر مرعوب ہوئی کہ وہ تین دن تک رستم کے فوجی کیمپ اور پولیس سٹیشن سے باہر نہیں نکلی - مجاہدین نے پہاڑوں پر مورچہ بندی کرلی تھی - بیس اگست تک مجاہدین دن رات رستم کے فوجی کیمپ اور رستم کی پولیس چوکی پر گولہ باری کرتے رہے - اس گولہ باری سے کئی برطانوی فوجی ہلاک ہوئے ان ہلاک ہونے والے فوجیوں کی یاد میں ایک یادگار قائم کی ہے مگر افسوس ان شہیدوں کی یادگار تک نہیں جنھوں نے وطن کی آزادی کے لئے رستم اور مردان کے چپے چپے میں اپنے خون کے نذرانے پیش کئے - (بحوالہ کتاب حاجی صاحب ترنگ زئی عزیز جاوید)

ہزارہ اور سواتی مجاہدین کے علاوہ سید احمد شہید کے پیروکار اور سرتور فقیر اور ملا منڈا کے مجاہدین بھی حاجی صاحب کا ساتھ دیتے رہے -

جہاد کی کامیابی کیلئے ترک افغان معاہدہ

۱۵۱

حاجی صاحب ترنگ زئی نے قبائلی علاقے میں جا کر جب علم جہاد بلند کیا تو قبائلی مجاہدین جوق در جوق حاجی صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جہاد میں شریک ہونے لگے تھوڑے ہی عرصہ میں مجاہدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی - تیراہ' وزیرستان' درہ خیبر ہنگو اور پاڑہ چنار کے ملحقہ قبائلی مجاہدین بھی اپنے علاقوں میں جہاد کے لئے منظم ہو کر انگریزوں کے خلاف برسرپیکار رہے -

شیخ الہند کی ہدایت کے مطابق حاجی صاحب ترنگ زئی نے ایک وفد اپنے صاحبزادے بادشاہ گل دوم پیر فضل شاہ کی قیادت میں مولانا ہادی حسن کے ساتھ کابل بھیجا اور ایک عرض داشت حکومت افغانستان کو بھیجی اس عرض داشت میں حاجی صاحب ترنگ زئی نے حکومت افغانستان سے پر زور درخواست کی کہ ترک افغانستان معاہدے کی توثیق کرکے اسلام کی سربلندی کے لئے افغان حکومت مجاہدین آزادی کا ساتھ دے - وفد میں مجاہدین چمرقند کی طرف سے مولانا محمد بشیر وکالت کے طور پر امیر حبیب اللہ خان کے پاس بھیجے گئے - حاجی صاحب نے جو عرض داشت حکومت افغانستان کو بھیجی تھی وہ قاری عبد المستعان نے لکھی تھی اور اس پر حاجی صاحب نے رئیس المجاہدین کی حیثیت سے اپنی خاص مہر ثبت کی تھی -

قاری عبدالمستعان لکھتے ہیں " اس عرض داشت میں حاجی صاحب نے امیر حبیب اللہ کو لکھا تھا کہ اگر افغانستان کی مسلمان حکومت نے ترکی کی اسلامی حکومت کے فرمان ترغیب جہاد کے باوجود جہاد سے پہلو تہی کی یا پھر ترک افغان معاہدے کی توثیق نہ کی یا ترکی فوجوں کو افغانستان سے گزر کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی تو اس صورت میں تحریک حزب اللہ کے مجاہدین کو مجبوراً" افغانستان کے خلاف بھی علم جہاد بلند کرنا پڑے گا - حاجی صاحب نے وفد کو ہدایت کی کہ وہ امیر افغانستان کے دربار میں جانے سے پہلے مولانا عبید اللہ سندھی سے رابطہ قائم کریں جو شیخ الہند کی ہدایت پر افغانستان میں کام کر رہے تھے - وفد نے افغانستان پہنچ کر ترک افغان معاہدے کی تحریر اور حاجی صاحب ترنگ زئی کی عرض داشت مولانا عبید اللہ سندھی کے حوالے کیں - حاجی صاحب ترنگ زئی نے مولانا ہادی حسن' مولانا شبیر اور بادشاہ گل کو ہدایت کی تھی کہ امیر افغانستان سے ملاقات سے پہلے ولی عہد امان اللہ خان' نصر اللہ خان اور عنایت اللہ خان

ے ملاقات کرکے پہلے انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ تینوں ولی عہد امیر کو مجبور کریں کہ وہ افغان ترک معاہدے کی توثیق کریں اور مجاہدین آزادی کی عملی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیں۔

حاجی صاحب ترنگ زئی کی ہدایت کے مطابق مولانا عبید اللہ سندھی وفد کو لے کر امان اللہ خان، عنایت اللہ خان اور نصر اللہ خان سے الگ الگ ہے۔ ان تینوں سے امداد اور اعانت کا وعدے لے کر مولانا عبید اللہ سندھی وفد کو لے کر امیر کی خدمت میں پہنچے اور حاجی صاحب کی عرض داشت اور افغان ترکی معاہدے کی تحریر امیر کی خدمت میں پیش کی۔

افغانستان کی ان دنوں یہ حالت تھی کہ امیر افغانستان پر انگریزی اثر چھایا ہوا تھا افغانستان کی دفاعی حالت بھی اتنی مضبوط نہ تھی کہ امیر کھلم کھلا انگریزوں کی دشمنی مول لے۔ دوسری طرف حاجی صاحب ترنگ زئی کی وہ عرض داشت تھی جس میں صاف طور پر امیر سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مجاہدین آزادی کو انگریزوں کے خلاف جہاد لڑنے میں ہر قسم کی اخلاقی مدد کریں۔ اس کے ساتھ ہی امیر کو یہ خطرہ بھی لاحق ہوگیا تھا کہ اگر حاجی صاحب ترنگ زئی کی عرض داشت کو پس پشت ڈال دیا گیا تو تمام قبائلی حکومت افغانستان سے بد ظن ہو جائیں گے۔ لہٰذا امیر نے مشورہ کے لئے فوجی افسروں، سول عہدیداروں اور قبائلی سرداروں کا ایک جرگہ بلایا اور اس جرگے کے سامنے تمام معاملہ پیش کیا۔

بالاخر امیر نے ایک درمیانی راستہ نکالا اور جرگے کے سامنے اپنا یہ فیصلہ سنایا۔

" ترکی افغان معاہدے کی توثیق ان شرائط کے تحت کی جاتی ہے کہ افغان حکومت بحیثیت حکومت غیر جانبدار رہے گی اگر افغان رعایا میں سے بعض افراد مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیں تو وہ انفرادی طور پر جہاد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ترک فوجوں کو قبائل سے ملحقہ افغانستان کے سرحدی علاقوں سے گزر کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ تاکہ اگر انگریزی حکومت کوئی دباؤ ڈالے تو حکومت افغانستان سے کہہ سکے کہ جن قبائلی علاقوں سے ترکی فوجیں گزر کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی ہیں۔ ان علاقوں کے قبائل باغی ہو کر ہمارے قبضے سے نکل چکے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حکومت افغانستان بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے اعلانیہ انگریزوں کے خلاف اعلان جہ
نہیں کر سکتی مگر در پردہ حکومت افغانستان کی تمام ہمدردیاں مجاہدین کو حاصل ہوں گی
نائب السلطنت سردار نصر اللہ خان نے معاہدے کی ایک تحریر لکھ کر امیر سے اس پر دستخ
لئے۔ امیر کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ سردار نصر اللہ خان اور سردار امان اللہ خان ۔
بھی اس معاہدے پر دستخط ثبت کئے۔

تحریک ریشمی رومال

مولانا عبید اللہ سندھی اور وکیل مجاہدین مولانا محمد بشیر اور سردار نصر اللہ خان او
سردار امان اللہ خان نے ایک ماہر کاریگر سے ایک ریشمی رومال اس طرح بنوایا کہ اس کی
بناوٹ میں معاہدے کی پوری عبارت اور تاریخ حملہ کی منظوری کی عبارت بھی کپڑے کے
اندر بنی گئی یہ عبارت عربی زبان میں تھی اس پر امیر کابل سردار حبیب اللہ خان اور اس
کے تینوں بیٹوں سردار امان اللہ خان' سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان نے
دستخط کئے تھے۔ یہ دستخط ایک دفعہ تو رومال بننے میں آگئے تھے پھر اس رومال کے اوپر
دوبارہ ان چاروں کے دستخط زرد سیاہی سے کروائے گئے۔ رومال زرد رنگ کا تھا جس کی
لمبائی چوڑائی ایک گز تھی یہ ریشم کا رومال تھا جس کی وجہ سے یہ تحریک ریشمی رومال
تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔

معاہدے کی عبارت کو رومال میں کاڑھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ
چونکہ یہ معاہدہ خفیہ طور سے ترکی حکومت تک پہنچانا تھا اس لئے خطرہ تھا کہ کاغذ پر لکھنے
کی صورت میں کہیں تلاشی میں راز فاش نہ ہو جائے رومال تیار ہو جانے کے بعد تحریک
کے ایک معتمد رکن تو مسلم نوجوان شیخ عبدالحق کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ یہ رومال
حیدر آباد سندھ میں شیخ عبدالرحیم کے پاس پہنچائے تاکہ شیخ عبدالرحیم یہ رومال اپنے
ساتھ لے کر حج کو جائیں اور مدینہ منورہ میں جا کر یہ رومال شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو
دیں تاکہ وہ اسے حکومت ترکی تک پہنچائیں حسب ہدایات شیخ عبدالحق کا رومال افغانستان
سے لے کر کپڑوں میں رکھ کر پشاور پہنچنے کا ارادہ تھا کہ وہ خود یہ امانت حیدر آباد سندھ
لے جائے آخر کار یہ امانت حکومت کے ہاتھ آگئی۔ کس طرح حکومت کے ہاتھ آئی؟ یہ

ہی سربستہ راز ہے - مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ لوگ جو انگریزوں سے روپیہ لے کر
کی مخبری کر رہے تھے یہ انہی کا کارنامہ تھا - بہر حال رومال حکومت کے ہاتھ میں
جانے کے بعد انگریزوں نے گرفتاریوں کا ایک وسیع سلسلہ شروع کردیا - قبائلی علاقوں
مسلمانوں کے بھیس میں بے شمار جاسوس بھیج دیئے گئے تاکہ حاجی صاحب ترنگ زئی
کے مجاہدین میں پھوٹ ڈال کر مجاہدین کا شیرازہ بکھر دیا جائے - ترکی کی ہر سرحد پر جنگ
شروع کردی گئی انگریزوں نے ایران میں فوجیں داخل کرکے افغانستان اور ترکی کے
درمیان تمام رابطوں کو ختم کردیا - مسلمانوں میں عرب اور ترک قومیت کے نعرے ایجاد
کر کے عربوں کو ترکوں کا سخت دشمن بنایا گیا - لارنس کو عرب شیخ کی صورت میں مکہ اور
مدینہ بھجوا کر اس کے ذریعے ترکوں کے خلاف نفرت کا بیج بویا گیا - غرض یہ کہ انگریزوں
نے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں کی طاقت کو دنیا سے ختم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی
کا زور لگایا - شریف مکہ نے انگریزوں کی مدد سے اقتدار حاصل کرنے کے بعد انگریزوں
کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور ان کے رفقاء سید ہاشم حکیم
نصرت حسین اور مولانا عزیر گل کو گرفتار کرایا - یہ قافلہ 24 صفر 1335 ھ کو بحری جہاز
کے ذریعے اسی طرح زیر حراست سویز بھیجا گیا - وہاں انہیں گوروں کے حوالے کیا گیا
جو نہائی سنگ دل اور ظالم تھے - ان اسیروں پر طرح طرح کی سختیاں کرتے ہوئے ریل کے
ذریعے قاہر بھیجا گیا جہاں انہیں رات کو جیزہ کے سیاسی جیل میں مقید کردیا گیا دوسرے
دن انہیں ایک انگریز کے سامنے پیش کیا گیا اس انگریز کے پاس سی آئی ڈی کی تمام
مسلیں موجود تھیں ایک ماہ تک ان اسیروں کے بیانات ہوتے رہے ان سے مختلف قسم
کے سوالات کئے جاتے تھے جب بیانات کا سلسلہ ختم ہوا تو انہیں 16 فروری 1917ء
مطابق 24 ربیع الثانی 1335 ھ کو مالٹا بھیج دیا گیا مالٹا میں انہیں نظر بند کیا گیا جنگ عظیم
کے خاتمے کے بعد تین سال دو ماہ اور تین دن مالٹا کی قید گزارنے کے بعد انہیں دو
جمادی الثانی 1338 ھ کو رہائی ملی - (بحوالہ مولف حاجی صاحب ترنگ زئی)

حاجی صاحب اور سانحہ قصہ خوانی

23 اپریل 1930ء کو پشاور کے مشہور بازار قصہ خوانی میں انگریزوں نے نہتے

شہریوں پر مشین گنوں اور بندوقوں سے اندھا دھند فائرنگ کرکے اس بازار کو آزادی کے متوالوں کے خون سے رنگین کیا۔ اس خونیں ڈرامے کے بعد پشاور کو فوج کے حوالے کردیا گیا۔ پورا شہر دو دن تک پولیس اور فوج کے محاصرے میں رہا۔ بے رحمانہ فائرنگ سے جو لوگ شہید ہوئے انہیں فوج ٹرکوں میں بھر بھر کر نہ معلوم کہاں کہاں لے گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان لاشوں کو اٹک کے دریا میں جا کر پھینکا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یکہ توت دروازے کے باہر کھیتوں میں بڑے گڑھے کھود کر ان میں ان لاشوں کو ڈال کر اوپر سے زمین کو ہموار کردیا گیا۔ بہر حال سرکاری رپورٹ سے بھی کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان لاشوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ ان تمام حالات کی اطلاع حاجی صاحب کو پہنچی تو حاجی صاحب نے تمام مہمندوں' آفریدیوں' باجوڑیوں اور سواتیوں اور سرحد کے تمام قبائلیوں کو اپنے خلفاء کے ذریعے فوری طور پر پیغامات بھجوائے کہ وہ انگریزوں کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح ہو کر جہاد کے لئے میدان میں نکلیں اور پشاور پر حملہ کریں۔ قبائلی علماء کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ بھی علم جہاد بلند کرتے ہوئے مجاہدین کو سات لے کر انگریزوں کو عبرت ناک شکست دینے کے لئے میدان عمل میں نکلیں۔ حاجی صاحب کا پیغام پہنچتے ہی مختلف اطراف سے مجاہدین حاجی صاحب کے پاس پہنچنا شروع ہوگئے یہاں تک کہ مجاہدین کا ایک عظیم لشکر تیار ہوگیا ان مجاہدین کے ہاتھوں میں سبز اور سفید پرچم تھے۔ فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی اور سرحدی عوام پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم کا انتقام لینے کے لئے ان کے دل اور سینے جوش انتقام سے لبریز تھے۔ حاجی صاحب نے گندھاب پہنچ کر مہمندوں کا ایک عظیم لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کے ایک حصے کی قیادت اپنے بڑے بیٹے بادشاہ گل فضل اکبر کے حوالے کرکے انہیں حکم دیا کہ وہ شہید میانہ کے مقام پر جا کر مورچہ بندی کریں۔ یہ جگہ مٹہ مغل خیل سے چند میل کے فاصلے پر مہمند بارڈر پر تھی۔ حاجی صاحب نے خود گندھاب میں مرکز قائم کیا تاکہ جوں جوں قبائلی مجاہدین کے لشکر پہنچتے جائیں وہ ان مجاہدوں کے لشکروں کو مختلف مورچوں پر بھیج سکیں۔ منصوبہ یہ تھا کہ سواتی اور باجوڑی لشکر مردان کی طرف سے اور مہمندوں کا لشکر شب قدر کی طرف سے پشاور پر حملہ آور ہوں۔ محسود اور وزیر قبائل کو یہ پیغامات بھجوائے گئے کہ محسود قوم ڈیرہ اسماعیل خان پر اور وزیر قوم بنوں پر۔ اور آفریدی مجاہد جمرود

اور کوہاٹ پر حملہ آور ہوں تاکہ انگریز فوجوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ان کا صفایا کیا جا سکے۔

حاجی صاحب کا یہ پیغام جہاد پہنچتے ہی آفریدی قبائلی کا ایک عظیم جرگہ خانکی اور باغ کے مقام پر منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر انگریزوں کے خلاف منظم جدوجہد کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی طرح کوٹ طوطیالی اور رانیزئی کے قبائلی نے بھی اپنے اپنے جرگوں میں یہی فیصلہ کیا کہ وہ قصہ خوانی بازار میں کیئے گئے انگریزی مظالم کا ہر حال میں انتقام لیں گے۔

پشاور ۔ مردان ۔ چارسدہ ۔ صوابی ۔ رستم ۔ نوشہرہ اور دوآبہ کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی قبائلی مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے انگریزی مقابلے کے لئے گندھاب پہنچ چکے ہیں ۔ تو ان علاقوں کے لوگوں میں عجیب جوش و خروش پیدا ہوگیا۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے لشکر نے سرحدوں پر مورچہ بندی شروع کردی ہے اور وہ مقامی اضلاع پر حملہ آور ہونے والے ہیں تو حفاظتی تدابیر کے تحت مجاہدین پر بمباری کرکے انہیں تتر بتر کرنے اور پیچھے ہٹانے اور مقامی اضلاع میں سے تمام سیاسی اور سرکردہ لیڈروں اور افراد کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا ۔ مجاہدین کے خطرے کے پیش نظر چار مئی 1930ء کو پشاور کو فوج کے حوالے کردیا گیا ۔ دس مئی 1930ء کو حکومت نے حاجی صاحب کو یہ وارننگ دی کہ وہ اپنا لشکر دس مئی کی دوپہر تک واپس لے جائیں اور لشکر کو منتشر کردیں اور انگریزی علاقے سے اپنے مجاہدین کو پیچھے ہٹالیں ۔ دس مئی کو دن کے بارہ بجے تک اگر انہوں نے اس حکم پر عمل درآمد نہ کیا تو گیارہ مئی کو سورج نکلتے ہی ان پر ہوائی بمباری کی جائے گی ۔ چنانچہ حاجی صاحب نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ ڈٹے رہیں اور انگریزوں کے کسی بھی حکم کی پرواہ نہ کریں ۔

گیارہ مئی کو انگریزوں نے ہوائی بمباری کرکے مجاہدین کو منتشر کرنا شروع کیا ۔ مجاہدین بچاؤ کرتے ہوئے پہاڑوں کی غاروں میں چلے گئے ۔ حاجی صاحب نے بھی ایک پہاڑی غار میں پناہ لے لی حکومت کی اس ظالمانہ بمباری سے کئی مجاہدین شہید ہوگئے ۔ جہازوں کے ذریعے 2.,20 پونڈ کے وزنی بم گرائے گئے ۔ (بحوالہ پولٹیکل رپورٹ 1930ء صفحہ 59) سرکاری رپورٹ میں تو 112 بم بتائے گئے ہیں مگر یہ بمباری صبح چھ بجے سے دن کے دو بجے تک جاری رہی ۔ جس میں جس میں سینکڑوں بم برسائے گئے ان ظالمانہ

بمباری سے جہاں سینکڑوں مجاہدین شہید ہوئے - مال مویشی ہلاک ہوئے اور فصلوں اور مکانات کو شدید نقصان پہنچا - مٹہ مغل خیل اور شب قدر کے نزدیک وہ علاقہ جہاں حاجی صاحب اپنے مجاہدین کے ساتھ خیمہ زن تھے بمباری کے دھوئیں سے رات کا سماں پیدا ہو رہا تھا - ہوائی بمباری کے ساتھ ساتھ توپوں سے لگاتا - انیس مئی 1930ء تک مجاہدین پر بمباری کے ساتھ ساتھ توپوں سے لگا تار انیس مئی 1930ء تک مجاہدین پر بمباری ہوتی رہی - مٹہ کے علاقے کو اس بمباری نے تہہ و بالا کردیا تھا - اس ظالمانہ بمباری سے حاجی صاحب کو تو خدا نے بچا لیا مگر بادشاہ گل فضل اکبر بم کا ایک ٹکڑا ٹانگ پر لگنے سے زخمی ہوگئے مگر باوجود زخمی ہونے کے بعد وہ ہوائی جہازوں پر مسلسل فائرنگ کرتے رہے - مجاہدین نے بھی بڑی بہادری سے اور جرات سے بلا کسی خوف کے ہوائی جہازوں پر مسلسل بمباری کرتے رہے - باوجود اس کے کہ گرد و نواح کے لوگوں کے دلوں میں جہاد کا ایک عجیب جذبہ موجیں مار رہا تھا وہ اسی جذبہ جہاد کے تحت کشاں کشاں دور دور کا پیدل سفر کرکے حاجی صاحب کے لشکر میں آکر شامل ہوتے جاتے تھے -

حاجی صاحب کی زندگی کے آخری لمحات

فوت ہونے سے قبل دو دن اور دو راتیں متواتر اپنے بڑے بیٹے فضل اکبر بادشاہ کے گھر میں رہے اور وہیں وفات پائی - ان دو دنوں میں بھی آپ نے نماز قضا نہیں کی - بلکہ باقاعدہ اشارہ سے نماز ادا کرتے رہے بیماری اور عمر کے تقاضے کے تحت انتہائی نحیف ہوگئے تھے -

اور آواز کی رفتار بھی دھیمی ہوگئی تھی آخر جس دن فوت ہونے لگے فوت ہونے سے دس گھنٹے پہلے عصر کے وقت جب تمام بیٹے اور بیٹیاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بادشاہ گل فضل اکبر صاحب کو جو ان کے چارپائی کے قریب بیٹھے ہوئے تھے - ہاتھ کے اشارہ سے اپنے نزدیک کیا اور اپنے سر سے اپنی ٹوپی اتار کر بادشاہ گل کے سر پر رکھی اور آہستہ سے انہیں مخاطب کرکے کہا کہ تم سب سے اچھا سلوک کرنا اور اپنے دوسری اولاد سے کہا کہ تم ان کی فرمان برداری کرنا - پھر یہ کہا کہ جس کام کے لئے اور مقصد کے لئے ہم ہجرت کرکے یہاں آئے تھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد جاری رکھنا -

پر کلمہ شریف پڑھا اور اس کے بعد ان کی حالت غیر ہوگئی تو ان کے صاحبزادوں نے
ولانا ایوب خان المعروف طورو ملا خطیب اور مفتی غازی آباد کو بلایا گیا اور ان کے ساتھ
وسرے شیخ اور علماء بھی اندر آگئے ان کے سامنے کلمہ پڑھا اور ان کو بھی کہا کہ جہاد کا
سلسلہ اس وقت تک جاری رکھنا جب تک ملک آزاد نہ ہو جائے ساری رات تلاوت
قرآن مجید ہوتی رہی اور دور دراز اور قرب و جوار کو مطلع کیا گیا کہ حاجی صاحب فوت ہو
چکے ہیں - وفات کی تاریخ 14 دسمبر 1937ء ہے - جس نے یہ خبر سنی وہ فرط غم سے
نڈھال افسوس کرتا ہوا غازی آباد پہنچا - دوسرے دن ہزاروں لوگ جمع ہو چکے تھے ظہر کی
نماز کے بعد غازی آباد کی مسجد سے نیچے ایک بہت بڑے کھلے میدان میں نماز جنازہ ادا کی
گئی - جنازہ مشہور عالم دین اور غازی آباد کے مفتی شریعت مولانا محمد ایوب المعروف طورو
ملا نے ادا کی - (بحوالہ مولف عزیز جاوید حاجی صاحب ترنگ زئی)

جنگ آزادی کے چند گمنام سپاہی یعنی حاجی صاحب کے رفقائے جہاد

مولانا فضل ربی :-

آپ کے آباؤ اجداد بٹہ موڑی علاقہ نندھیاڑ کے رہنے والے تھے قوم سے سواتی تھے - آپ کے والد بہت بڑے جید عالم تھے ان کا نام مولوی محمود تھا جو نندھیاڑ سے بفہ میں آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے - مولانا فضل ربی بفہ میں پیدا ہوئے دیو بند سے تعلیم حاصل کی 1910ء میں دیو بند سے فارغ التحصیل ہوئے -

1914ء میں جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن اور حاجی صاحب ترنگ زئی کے مشن میں شامل ہو کر اسلامی ممالک کی حمایت اور انگریزوں کی مخالفت میں تقریروں کا سلسلہ شروع کیا' آپ نے ہزارے میں جگہ جگہ جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو متنبہ کیا کہ وہ اسلامی سلطنتوں کو مٹانے کی پالیسی کو ترک کردے ورنہ اس کے خطرناک نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں

انگریز حکومت نے تاج برطانیہ کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسانے کے جرم میں آپ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کئے مگر آپ بھیس بدل کر سیدھے مجاہدین چمرقند کے پاس چلے گئے - جب حاجی صاحب ترنگ زئی نے تحریک حزب اللہ کے پروگرام کے مطابق اتمان زئی سے نکل کر قبائلی علاقوں میں جا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو آپ سیدھے حاجی صاحب کے لشکر میں جا شامل ہوئے آپ نے تحریک حزب اللہ کے مرکزی دفتر دہلی سے باقاعدہ رابطہ قائم کر رکھا تھا - مجاہدین چمرقند بھی آپ کی معیت میں تحریک حزب اللہ کے علم کے نیچے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لینے کے لئے رستم کے میدان میں حاجی صاحب کی کمان میں مصروف جہاد تھے - چمرقند کے مجاہدین کے دستے کی قیادت مولانا فضل ربی کے سپرد تھی - مولانا فضل ربی کے بفہ سے جانے کے

Scanned with CamScanner

بعد ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے چیف کمشنر پشاور کو حالات کی اطلاع دی کہ مولانا فضل ربی جس کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے وہ بھیس بدل کر حاجی صاحب ترنگ زئی کے مجاہدین کے دستے کے ساتھ شامل ہو چکا تھا۔" چیف کمشنر نے ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر بولٹن کے ذریعے انتیس اگست 1916ء کو لکھا "تحقیق سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بفہ کا مولوی فضل ربی حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے خلاف سرگرم جہاد ہے۔ لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ مولوی فضل ربی کے تمام رشتہ داروں کو فوراً گرفتار کرلیا جائے اور اس کی تمام جائیداد بحق تاج برطانیہ ضبط کرلی جائے۔ اسی طرح کی کارروائی مولوی فضل ربی کے رشتہ داروں کے ساتھ کی جائے کیونکہ اسی طرح کی کارروائی ان لوگوں کے خلاف پشاور اور مردان میں کی جا چکی ہے جو حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ شامل ہو کر تاج برطانیہ کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔"

اس حکم نامے کے ملتے ہی ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے مولانا فضل ربی کے تمام رشتہ داروں کو گرفتار کرکے جیلوں میں بند کر دیا۔ ان کے چھوٹے بھائی فضل الٰہی اور ان کے ایک دوسرے قریبی رشتے دار مولانا گل حسن کو گرفتار کرکے ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں۔ مولانا گل حسن کو تو ایک سال کے بعد رہا کردیا گیا مگر فضل الٰہی کافی عرصہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ مولانا فضل ربی زندگی کے آخری لمحوں تک انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ 1929ء میں جب انگریزوں نے شاہ امان اللہ کے خلاف سازش شروع کی تو حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں مجاہدین ٹل پہنچے۔ ٹل کے مقام پر مولانا فضل ربی کی کمان میں مجاہدین نے انگریزی فوجوں کا دلیرانہ وار مقابلہ کیا۔ جب امان اللہ خان افغانستان کے شاہ مقرر ہوئے تو آپ کی علمی قابلیت، زہد و تقویٰ اور نیک سیرتی کو مدنظر رکھتے ہوئے غازی امان اللہ خان نے آپ کو افغانستان کا مفتی مقرر کیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد حکومت پاکستان نے آپ کی جائیداد کو واگزار کرکے آپ کو دعوت دی کہ آپ پاکستان میں چلے آئیں مگر آپ واپس نہ آئے کیونکہ شاہ افغانستان نے آپ کی ملی و مذہبی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے مجاہدین آزادی کی طرح آپ کو افغانستان میں کافی جاگیر انعام کے طور پر دے رکھی تھی نیز حکومت افغانستان بھی

آپ جیسی شخصیت کو افغانستان سے چلے جانے پر راضی نہ تھے لہذا افغانستان میں مستقل مقیم رہے اور وہیں انتقال کیا۔

مولانا سیف الرحمن الکوزئی:۔

مولانا سیف الرحمن قندہار کے مشہور قاضی خیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد اور خاندان کے کئی اہل علم و فضل تھے۔ آپ کے والد بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ آپ کا خاندان قندہار کی افراتفری میں پشاور چلا آیا تھا اور شب قدر کے قریب متھرانو میں مقیم ہوگیا تھا۔ مولانا سیف الرحمن اسی متھرانو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم متھرا ہی میں حاصل کی اور پھر اسلامی علوم کی تحصیل کے لئے ریاست ٹونک چلے گئے وہاں بارہ سال تک تعلیم حاصل کی۔ عربی' فارسی اور اسلامیات پر مکمل عبور حاصل کرنے کے بعد آپ ٹونک کے ایک مدرسے میں مدرس ہوگئے۔ وہاں کچھ عرصہ درس وتدریس کے بعد آپ ایک اسلامی مدرسہ ناصریہ کے صدر مدرس بن گئے۔ چھ سال تک مدرسہ ناصریہ میں رہنے کے بعد آپ دہلی کے مشہور مدرسے فتح پوری کے صدر مدرس مقرر ہوگئے۔ آپ ایک جید عالم تھے اور آپ کا فتویٰ مستند مانا جاتا تھا۔ 1913ء کے آخر میں برطانیہ نے ترکوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور ترکی کو مٹانے کے لئے عیسائی طاقتوں کو متحد کرلیا گیا تو ہندوستان کے مسلمان ترکی کی اسلامی سلطنت کے خلاف برطانوی سازشوں کو دیکھ کر سیخ پا ہوگئے۔ ترکی کی حمایت میں جگہ جگہ مظاہرے ہونے لگے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انگریزوں نے یہ چال چلی کہ ہندوستان کے جید علماء سے فتوح حاصل کرنے کی کوششیں شروع کردیں کہ ترکی پر حملہ جائز ہے۔ مولانا سیف الرحمن سے بھی انگریزوں نے اسی قسم کا فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر مولانا نے ترکی پر انگریزوں کے حملے کو جائز قرار دینے کی بجائے یہ اعلان کردیا کہ ترکی پر انگریزی حملے کی صورت میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ترکی کی اسلامی سلطنت کے تحفظ کے لئے جہاد کرے۔ اس اعلان کے ہوتے ہی انگریزوں نے مولانا کو گرفتار کرنے کے احکامات جاری کردیئے۔ مولانا کو جب اس انگریزی سازش کا علم ہوا تو آپ بھیس بدل کر پشاور کے ایک گاؤں ترنگ زئی میں پہنچے۔ سرحد آنے سے پہلے دہلی

میں قیام کے دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے تحریک حزب اللہ کی بنیاد ڈالی یہ تحریک ایک مجاہدانہ تحریک تھی جس کے پروگرام میں انگریزوں کے خلاف مستقل جہاد تھا۔ یہ تحریک خفیہ طریقے سے چل رہی تھی اور ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے رضا کار اپنی اپنی جگہ پر اہم سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ صوبہ سرحد میں بھی اس تحریک کے کئی سرگرم کارکن پیدا ہو چکے تھے۔ جن کی قیادت حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاتھ میں تھی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مولانا محمود حسن حجاز جا کر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ مولانا عبید اللہ سندھی افغانستان جا کر انگریزوں کے خلاف سیاسی محاذ قائم کریں اور مولانا سیف الرحمٰن سرحد اور قبائل کے لشکر کو منظم کرنے میں حاجی صاحب کی معاونت کریں۔

مذکورہ فیصلے کے مطابق مولانا محمود حسن حجاز تشریف لے گئے اور مولانا عبید اللہ سندھی کو افغانستان بھیجا گیا۔ مولانا سیف الرحمٰن فتح پوری سے بھیس بدل کر سیدھے پشاور پہنچے اور یہاں سے حاجی آباد پہنچ کر حزب اللہ کے کارکنوں کی ایک خفیہ میٹنگ میں شامل ہو کر سیدھے آزاد علاقے میں جا پہنچے جہاں انہوں نے آزاد قبائل کو متحد کرنے میں حاجی صاحب کی معاونت کی جب حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ تو مردان کے قریب رستم کے علاقے میں متواتر ستائیس دن تک انگریزی فوجوں کے ساتھ مقابلے میں مولانا سیف الرحمٰن نے انتہائی مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ سرحد کے گورنر نے ایک وفد ترتیب دے کر حاجی صاحب نے ترنگ زئی کے پاس بھیجا جس کے ذریعے حاجی صاحب کو کہا گیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف سرگرمیوں کو بند کر دیں تو آپ کو اپنے علاقے میں تبلیغ اسلام سے نہیں روکا جائے گا۔ بلکہ آپ کو اس سلسلے میں حکومت مراعات بھی دینے کو تیار ہے۔ اس موقع پر حاجی صاحب کے حکم سے مولانا سیف الرحمٰن نے ان ممبروں کے سامنے مجاہدانہ تقریر کرتے ہوئے کہا " انگریزوں کی نمائندگی کرنے والو! تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ تم مسلمان ہو اگر آپ لوگ اپنے دلوں میں یہ احساس پیدا کر لیں تو عیسائیوں کے خلاف برسر پیکار ہونے والے مجاہدین اسلام کو نہ تو جاگیرداروں کی ضرورت ہے نہ روپے اور دولت کی ضرورت ہے یہ تو اسلام کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں نکلے ہیں۔ آپ انگریزوں سے کہیں کہ ہمارا مقابلہ اس وقت تک

جاری رہے گا جب تک کہ انگریز اس سرزمین کو آزاد نہ کر دیں۔" چنانچہ وفد ناکام ہو کر جب واپس آگیا اور مولانا سیف الرحمٰن کی اس تقریر سے انگریز حکام کو مطلع کیا تو حکومت ہند سے مولانا سیف الرحمٰن کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کے لئے بھاری انعام کا اعلان کیا۔ کئی سازشیں کی گئیں مگر انگریز مولانا کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مولانا سیف الرحمٰن نے حاجی صاحب کے ساتھ مل کر 1915ء میں شب قدر میں انگریزی فوج پر حملہ کیا۔ جس میں انگریزوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ آپ ایک عرصے تک حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف برسرپیکار رہے بعد میں حاجی صاحب نے آپ کو مجاہدین کی مذہبی رہنمائی کی غرض سے افغانستان بھیج دیا۔ افغانستان میں اس وقت امیر حبیب اللہ خان برسر اقتدار تھے وہ انگریزوں سے دوستی کے پردے میں انگریزوں کی امداد کے سہارے افغانستان پر برسر اقتدار رہنا چاہتے تھے۔ کابل کے حکمران کی انگریز دوستی کو دیکھ کر مولانا سیف الرحمٰن نے کابل میں حاجی صاحب کی ہدایت کے تحت ایک مذہبی محاذ قائم کیا۔ امیر حبیب اللہ نے انگریزوں کے مخالف مجاہدین پر کڑی نگرانی شروع کردی۔ اگرچہ بظاہر مجاہدین پر زیادہ سختی نہیں کی جا رہی تھی کیونکہ امیر افغانستان کو بھی خطرہ تھا کہ اگر کھلم کھلا مجاہدین پر ظلم کیا گیا تو رعایا برہم ہو جائے گی لہٰذا وہ ایک طرف تو انگریزوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے اور دوسری طرف رعایا کو بھی مطمئن کرنے کے لئے انہوں نے عجیب قسم کی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی۔ اس پالیسی کے تحت مولانا سیف الرحمٰن کو افغانستان پہنچتے ہی نظر بند کردیا گیا۔ امیر حبیب اللہ کے بعد جب امیر امان اللہ خان برسر اقتدار آئے تو انہوں نے تمام مجاہدین اسلام پر سے پابندیاں اٹھا دیں اورانہیں اپنے ساتھ ملا کر انگریزوں کے اثر سے افغانستان کو آزاد کرانے کی جدوجہد شروع کردی۔ مولانا سیف الرحمٰن کو سفیر بنا کر روس بھیج دیا گیا۔ جہاں انہوں نے کافی عرصے تک سفارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد انہیں سعودی عرب میں افغانستان کا سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ شاہ عبدالعزیز بن سعود کے ساتھ امان اللہ خان نے جو معاہدہ کیا اس معاہدے میں آپ کا ہی ہاتھ کارفرما تھا۔ سعودی عرب سے واپسی پر آپ کچھ عرصہ افغانستان میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ امان اللہ خان افغانستان میں آپ کے گزارنے کے لئے کافی جاگیر بھی دے دی تھی۔

Scanned with CamScanner

امان اللہ خان کے بعد جب بچہ سقہ برسر اقتدار آیا تو اس نے مولانا کو امان اللہ خان کا حامی سمجھ کر مقید کرنا چاہا مگر بچہ سقہ کے ساتھیوں نے بچہ سقہ کو سمجھایا کہ اگر مولانا پر کوئی سختی کی گئی تو افغانستان کا بچہ بچہ مخالفت پر اتر آئے گا لہٰذا ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی - بچہ سقہ کے بعد جب نادر خان برسر اقتدار آیا تو اس نے مولانا کو عزت و احترام کا مقام دیا - افغانستان میں مقیم رہ کر آپ نے دو زبردست کام کئے ایک تو یہ کہ افغانستان سے انگریزی اثر کو مٹانے کی کوشش کی دوسرے یہ کہ ہندوستان کے وہ مجاہد جو افغانستان میں رہ کر آزادی ہند کے لئے جدوجہد کرتے رہے ان کی رہنمائی کرتے رہے اور بیرونی ممالک میں آزادانہ طور پر ہندوستان کی آزادی کے لئے پروپیگنڈہ کرتے رہے اور ہندوستانیوں پر انگریزوں کے مظالم سے بیرونی دنیا کو آگاہ کرتے رہے - پاکستان کے قیام کے بعد افغانستان میں مقیم انگریز سفیر مسٹر سکوائر نے ایک ایسا گروہ پیدا کرلیا تھا جس نے 1948ء میں پختونستان کے سٹنٹ کو ہوا دے کر افغانستان اور پاکستان کے تعلقات کو خراب کرنے کی بنیاد رکھی - مولانا سیف الرحمٰن کو پختونستان کے سٹنٹ کے لئے آلہ کار بنانے کی کوشش کی گئی - آپ افغانستان میں مقیم رہ کر اس سٹنٹ کی غرض و غایت سے بخوبی واقف ہو چکے تھے - آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ اس سازش میں ایک طرف انگریز سفیر ہے - دوسری طرف بھارت ہے - یہ دونوں عناصر نہیں چاہتے کہ یہ دونوں ہمسایہ اسلامی ریاستیں متحد رہ کر دوستانہ فضا قائم رکھ سکیں - کیونکہ اس طرح برطانوی مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا - دوسری طرف بھارت بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ دونوں اسلامی ریاستیں باہم متحد ہو سکیں - بھارت نے محض اپنے مقصد کی خاطر ایک دور اندیشی کے تحت ان دونوں ریاستوں میں نفاق کا بیج بونے کے لئے سرحد کے چند لوگوں کو سبز باغ دکھائے اور افغانستان کے کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ سٹنٹ کھڑا کردیا گیا - مولانا سیف الرحمٰن نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے افغانستان کو چھوڑنے کا ارادہ کیا چنانچہ آپ 1950ء میں پشاور چلے آئے یہاں آکر کچھ عرصے کے بعد وہ بیمار ہو گئے - عمر تقریباً سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی - 1952ء میں بیماری نے شدت اختیار کرلی اور اسی سال فوت ہوگئے - پشاور کے قریب اپنے گاؤں متھرا میں مدفون ہوئے -

۲۶۵

بابڑہ ملا صاحب

آپ کا شمار باجوڑ کے بزرگوں اور مشہور مجاہدوں میں سے ہے آپ کا اصلی نام امیر سید تھا مگر آپ بابڑا ملا اور امیر سید جان کے نام سے مشہور تھے ۔ آپ سالار زئی قوم کی سین خیل شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ آپ درہ بابوکرہ کے علاقے لوئے گرام کے موضع لیٹی میں پیدا ہوئے ۔ دینی علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے ہڈے ملا مولانا نجم الدین سے بیعت کی اور درہ چار منگ میں سفید شاہ گاؤں میں آکر آباد ہوگئے ۔ ملا ہڈے صاحب کی زندگی میں ان کے ساتھ انگریزوں کے خلاف تمام جہادوں میں شریک رہے ۔ جب 1902ء میں ہڈے ملا صاحب فوت ہوگئے تو اس کے بعد باجوڑ کے لوگوں کی آپ ہی نے رہنمائی کا بوجھ اپنے سر لیا ۔ 1897ء میں جب انگریزوں نے باجوڑ میں داخل ہو کر پیش قدمی شروع کی تو بابڑہ ملا نے صرف اپنے دو شاگردوں کے ساتھ رات کے وقت انگریزی کیمپ پر حملہ کیا ۔ ایک کیمپ میں ایک بہت بڑے انگریز افسر کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ کیمپ میں کھلبلی مچ گئی مگر آپ نہایت بہادری کے ساتھ انگریز کا کام تمام کرنے کے بعد چلے گئے ۔ یہ انگریزوں کے لئے ایک قسم کی وارننگ تھی تاکہ وہ یہ سمجھ جائیں کہ باجوڑ میں ان کی پیش قدمی اور قبضہ آسان نہیں ۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد انگریزی فوج اگرچہ باجوڑ میں پیش قدمی کرتی رہی مگر اسے قدم قدم پر بابڑہ ملا اور ان کے مرید غازیوں کا سخت سامنا کرنا پڑا ۔ بابڑہ ملا صاحب باجوڑ کے مذہبی رہنما بھی تھے وہ بہت بڑے بزرگ اور عالم باعمل تھے ۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی انگریزوں کے خلاف جہاد میں بسر کی ۔ باجوڑ کے علاقے اور شب قدر کے محاذ اور دوسرے تمام محاذوں پر بابڑہ ملا صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے غازیوں کو ساتھ لے کر انگریزوں پر یلغار کرتے رہے ۔ سینکڑوں انگریزی فوجیوں اور کئی افسروں کو موت کے گھاٹ اتارا ۔

ملا صاحب سنڈاکئے :۔

آپ کا اصلی نام علی احمد تھا ۔ چکیسر کے نزدیک دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر سنڈاکئے کے نام کا ایک گاؤں ہے آپ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے اسی لئے آپ ملا صاحب سنڈا کے نام سے مشہور ہوئے ۔ زہد وعبادت میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا ۔

۲۷۶

بہت بڑے عالم فاضل عابد وزاہد تھے ۔ ملا صاحب ہڈہ کے آپ خاص مریدوں میں سے تھے ۔ دیر کے لوگوں نے جب نواب دیر اور انگریزوں سے نجات حاصل کرنا چاہی تو آپ کو دیر لائے تاکہ آپ کی قیادت میں آزادی حاصل کرسکیں ۔ آپ چونکہ ایک مقدس اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اس لئے اہل دیر کا یہ خیال تھا کہ آپ کی قیادت میں آزادی کے حصول میں آسانی ہوگی آپ ملا صاحب ہڈہ کے خلیفہ بھی تھے اس لئے اہل دیر یہ چاہتے تھے کہ ملا صاحب ہڈہ کے عقیدت مند آپ کی وجہ سے ضرور ان کا ساتھ دیں گے ۔ جب سید عبدالجبار شاہ سوات کے حکمران ہوئے تو ملا صاحب سنڈاکئے کو ان کی حکومت میں شیخ الاسلام مقرر کیا گیا ۔ انہی دنوں عیسائی طاقتیں ترکی کی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے مصروف جنگ تھیں ملا صاحب سنڈاکئے نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کردیا آپ کی تجویز کے مطابق ایک زبردست لشکر تیار کیا گیا اور انگریزوں پر حملہ شروع کردیا گیا ۔ انگریزی لشکر پہلے سے تیار بیٹھا تھا اس نے زبردست گولہ باری کی مجاہدین آزادی کو انگریزی لشکر کی زبردست طاقت کے مقابلے میں کامیابی نہ ہوئی اور وہ پیچھے ہٹ گئے ۔ انگریزوں نے نواب دیر کی فوجوں کو بھی بلا لیا اور مشترکہ طور پر سوات کی طرف پیش قدمی شروع کردی ۔ ملا صاحب سنڈاکئے بونیر پہنچ کر شیخ علی ترمذی کے مزار پر بیٹھ گئے ان کی یہ خواہش تھی کہ بونیر کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے تیار کرسکیں چنانچہ بونیر میں رہ کر آپ نے اہل بونیر کو جہاد پر آمادہ کیا اور بونیر سے مجاہدوں کا ایک دستہ لے کر سوات پہنچے وہاں پائیں سوات کے جنوبی و مغربی حصے میں شموزئی اور اون زئی کے درمیان ڈوپ نامی پہاڑ پر ایک مورچہ قائم کیا اور انگریزی لشکر پر پے در پے چھاپے مارنے کا سلسلہ شروع کردیا ۔ ہر روز رات کے وقت انگریزی لشکر پر چھاپے مارے جاتے تھے ۔ کئی انگریزی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ۔ ان مسلسل چھاپوں سے انگریزی فوج کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ پیش قدمی کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر چکدرہ کے مقام پر خیمہ زن ہوگئی ۔ ملا صاحب زندگی کے آخری مرحلے تک انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے ۔

جہاد کے فریضے کے ساتھ ساتھ ملا صاحب سنڈاکئے اہل سرحد کو بری رسموں کے ترک کرنے اور خالص اسلامی طرز کی زندگی بسر کرنے کی تبلیغ کرتے رہے ۔ آپ کی یہ

بہت بڑی آرزو تھی کہ سرحد کے لوگ جنہیں انگریزوں نے جان بوجھ کر جہالت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ زیور علم سے آراستہ ہوں۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے حاجی صاحب ترنگ زئی کے ایماء پر گنگل میں ایک عالیشان اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے تاکہ اس یونیورسٹی کی تکمیل کے لئے گنگل میں پہلے تو ایک بنیادی اسلامی مدرسے کی بنیاد ڈالی جس کا افتتاح حاجی صاحب نے کیا۔

حاجی صاحب کی ہدایت پر آپ نے بھی قبائلی علاقے میں پہنچ کر انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا۔

ملا مستان :۔

اس نامور مجاہد اور عالم دین کا نام سعد اللہ خان تھا۔ آپ بونیر کے ایک معزز خاندان کے ایک رکن تھے۔ اسلامی تعلیم پر عبور حاصل کرنے کے لئے آپ نے برصغیر کی مختلف اور بڑی اسلامی درس گاہوں میں داخل ہوئے۔ جہاں بھی کہیں کوئی عالم اور صوفی با طریقت ملا اس سے ملا صاحب نے فیض حاصل کیا۔ آپ نے ایک عرصے تک اجمیر شریف میں بھی قیام کیا۔ 1895ء میں واپس اپنے وطن آئے۔ آپ بچپن سے ہی بڑے بہادر اور نڈر صفت تھے۔ اجمیر سے واپس آنے کے بعد آپ علمی جذبے اور شوق جہاد کی وجہ سے ملا مستان اور سرطور فقیر کے نام سے مشہور ہوئے انگریزوں نے جہاں قبائلی مجاہدوں اور اپنے مخالف غازیوں کو لٹیرا اور ڈاکو کا نام دیا وہاں ملا مستان جیسے متبحر عالم کو (میڈ ملا) دیوانہ ملا کا نام دیا۔

ملا مستان نے وطن واپس آکر عوام کو جہاد کی تبلیغ دینا شروع کی۔ عوام جوق در جوق جذبہ جہاد سے سرشار ہوتے جا رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر انگریزوں نے 1897ء میں مردان سے گائیڈز نامی فوج طلب کی اور فیصلہ کیا کہ امان درہ پر جو ملا مستان کی تبلیغ کا مرکز ہے۔ قبضہ کیا جائے۔ ملا صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے خود 26 جولائی 1897ء کو لنڈاکئے سے تھانے کی طرف کوچ کیا۔ ان کے ساتھ کافی لوگ علم جہاد ہاتھوں میں لئے تکبیر کے نعروں سے قبائلی علاقوں میں جوش و خروش پیدا کرتے ہوئے تھانے کی طرف جا رہے تھے۔ چلتے چلتے سینکڑوں قبائلی مجاہد ان کے ساتھ ہو لئے۔ اس دوران ملا صاحب

Scanned with CamScanner

چلا کہ انگریز درے پر قبضہ کرنے کے لئے پش قدمی کر رہے ہیں تو ملا صاحب
زا" ڈھنڈ، بٹ خیلہ اور پیر کورونہ سے ہوتے ہوئے ملاکنڈ پر انگریزوں پر حملہ آور
کا فیصلہ کیا۔ پولٹیکل افسر میجر ڈین نے حالات کا جائزہ لے کر اپنے لشکر کو ان
حملہ کرنے کا پہلے ہی سے حکم دے دیا تھا۔ تجویز یہ تھی کہ دن نکلتے ہی ملا
لشکر کو آتے ہی ختم کر دیا جائے۔ انگریزوں کو مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ
صبح کے وقت یہاں پہنچیں گے لہٰذا میجر نے صبح کے وقت کے لئے تمام حفاظتی تدابیر
کرنے کے حکم نافذ کر دیئے تھے۔ ادھر ملا صاحب نے مجاہدوں کی قیادت کرتے
رات کے نو بجے ملاکنڈ پہنچ کر انگریز فوجوں پر حملہ کردیا۔ انگریز حواس باختہ ہوگئے۔
فوج کے ساتھ سکھ بٹالین بھی تھی انگریزوں نے سکھوں کو مقابلے کے لئے
دیا اور خود ہوش و حواس ٹھیک کرنے لگے مجاہدین نے سکھ فوجیوں کو موت کی
سلا کر انگریزوں سے دست بدست لڑائی شروع کردی۔ لاشیں تڑپتی ہوئی نظر آنے
۔ مجاہدین نے زبردست جنگ کے بعد کوارٹر گارڈ پر قبضہ کرلیا تمام اسلحہ و بارود بھی
قبضے میں کرلیا۔ صبح تک یہ لڑائی ہوتی رہی۔ ملا مستان نے خود بھی لڑائی میں حصہ لیا
کئی انگریزوں کے سروں کو اڑایا۔ صبح کے وقت انگریزی فوج نے لاشوں کو شمار کیا تو
مجاہدین کی لاشوں کے ساتھ ایک انگریز کرنل، ایک انگریز لیفٹیننٹ، ایک انگریز میجر
لاشوں کے ساتھ اکیس سکھ اور انگریزی فوج کی لاشیں ملیں ان کے علاوہ ایک کیپٹن
ایک لیفٹیننٹ اور اکتیس فوجی شدید زخمی حالت میں خون میں لت پت پائے گئے اس
بعد وہ آخر دم تک حاجی صاحب کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں برسر
رہے۔

انا محمد ایوب خان :-

آپ طورو ضلع مردان کے آمو خیل خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ
والد محمد افضل خان بہت ہی نیک کردار کے مالک تھے۔ طورو کے خوانین میں
تھے مگر باوجود امیر اور دولت مند ہونے کے انتہائی منکسر المزاج طبیعت رکھتے
۔ انہوں نے اپنا بچپن مذہبی ماحول میں گزارا کیونکہ ان کے والد محمد افضل

خان مذہب اسلام کے سچے شیدائی تھے ۔ جنہوں نے اپنے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کو سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر دینی تعلیم سے مزین کیا ۔ محمد ایوب خان بہت بڑے عالم فاضل اور باعمل شخصیت کے مالک تھے ۔ قرآن کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ علم حدیث، علم فقہ، علم منطق، علم فلسفہ اور فن کتابت پر پورا پورا عبور رکھتے تھے ۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے جب اصلاح معاشرہ کی تحریک کا آغاز کیا تو آپ اس تحریک میں حاجی صاحب کی معیت میں گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو اسلامی اصولوں پر کاربند رہنے اور غیر اسلامی رسومات کو ترک کرنے کی تبلیغ میں مصروف عمل تھا ۔

جب حاجی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا تو آپ نے بھی حاجی صاحب کے ساتھ ہی ترک سکونت اختیار کرکے قبائلی علاقے میں جاکر حاجی صاحب کی قیادت میں جہاد شروع کیا ۔ حاجی صاحب نے علماء و مشائخ کے مشورے سے مولانا محمد ایوب کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا ۔ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر ایک مقدمے کا فیصلہ کرتے تھے اور خطابت کے فرائض بھی وہی سرانجام دیتے تھے مذکورہ فرائض کے علاوہ وہ میدان جہاد میں بھی ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل ہو کر بڑی بہادری سے انگریزی فوجوں کا مقابلہ کرتے تھے ۔ انگریز حکام نے انہیں بھی حکومت برطانیہ کا باغی قرار دے کر ان کی بھی جائیداد بحق سرکار ضبط کرلی تھی، آپ کی بیوی اور بچے بھی آپ ہی کے ساتھ ہجرت کرکے غازی آباد چلے گئے تھے ۔ آپ کی بیوی محترمہ نے مصنف کو مندرجہ ذیل چشم دید حالات بتائے ۔

ایک دفعہ نحچانچ کے مقام پر حاجی صاحب ترنگ زئی مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے مقابلہ انگریزوں کی بھاری فوج سے ہو رہا تھا جن کے پاس ٹینک اور جدید قسم کی توپیں بھی تھیں ان فوجوں کی مدد ہوائی جہاز بھی کر رہے تھے ۔ زمین سے توپوں اور مشین گنوں کے منہ سے مجاہدین پر آگ برسائی جا رہی تھی اور آسمان سے ہوائی بمباری ہو رہی تھی مگر باوجود اس آگ اور خون کے معرکے کے مجاہدین اپنے مورچوں سے انگریزی فوج کا بڑی بہادری اور بے باکی سے

مقابلہ کر رہے تھے - حاجی صاحب کے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر ہوائی جہاز کا نشانہ بنا رہے تھے - کہ ایک مجاہد پشم خان نے انہیں دھکا دے کر ہوائی بمباری کی زد سے بچانا چاہا گولہ پشم خان کو لگا جس سے پشم خان کا تمام جسم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں اور زروں کی صورت میں ایسا اڑا کہ اس کا نام و نشان تک نہ ملا - یہ واقعہ ہماری قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر ہوا اور ہم گھر کی تمام عورتیں اس منظر کو دیکھ کر کلمہ کا ورد کرنے لگیں - گھر کے باہر میرے شوہر مولانا محمد ایوب خان کھڑے نماز ظہر ادا کر رہے تھے - چند مجاہدین نے انہیں پکار کر کہا کہ مولانا صاحب جہاز بمباری کر رہے ہیں اندر آجائیں مگر انہوں نے نماز نہ چھوڑی اور نماز ختم کرکے بندوق ہاتھ میں لی اور مورچے میں جا کر ہوائی جہازوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں - شام تک یہ معرکہ ہوتا رہا جب رات کے اندھیرے میں وہ گھر پہنچے تو ان کا عملہ تمام گولیوں سے چھلنی تھا مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ ان کے جسم اور سر میں گولی کا کوئی نشان نہ تھا اسی طرح بابا جی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ بھی کئی دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ان کے کپڑے گولیوں سے چھلنی ہو جاتے مگر قدرت کا کرشمہ یہ ہوتا تھا کہ انکے جسم کو خراش تک نہ آتی تھی -

لیکنڈی کے مقام پر جب انگریزی فوجوں نے حملہ کیا تو حاجی صاحب نے رات کے اندھیرے میں آکر ہماری قیام گاہ پر دستک دے کر میرے شوہر کو باہر بلا کر کہا - " مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں نے لیکنڈی پر حملہ کردیا ہے - آپ مجاہدین کو اکٹھا کرکے علم جہاد لے کر تیار ہوجائیں تاکہ دشمن کے حملے کو پسپا کردیا جائے - چنانچہ میرے شوہر نے اندر آکر بندوق ہاتھ میں لی سبز جھنڈا اٹھایا اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرکے الجہاد اور الجہاد کے نعرے بلند کئے دیکھتے ہی دیکھتے مجاہدین ہتھیار اٹھا کر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے جمع ہوگئے حاجی صاحب ترنگ زئی نے ہتھیار باندھ کر اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر مجاہدین کی قیادت کی اور یہ تمام لشکر انگریزی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے لیکنڈی کی طرف بڑھا اس مقام کو فتح کرنے کے لئے انگریزی فوجیں چھ ماہ سے مسلسل حملے کر رہی تھیں مگر ہر بار انہیں مجاہدین کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑتا - اس دفعہ بھی مجاہدین کامیاب ہو کر واپس آئے -

ایک دفعہ میں اور حاجی صاحب کی بیٹیاں اپنی قیام گاہ پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک

ہوائی جہازوں کا شور سنائی دیا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے پوچھا دیکھو یہ جہاز کس طرف سے آ رہے ہیں؟ ہم نے ادھر دیکھ کر کہا کہ پشاور کی طرف سے آ رہے ہیں حاجی صاحب نے پوچھا کتنے جہاز ہیں؟ ہم نے کہا "تین ہیں" انہوں نے پھر پوچھا کہ ان کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ ہم نے اس سوال پر جہازوں کی طرف دیکھا تو تین بڑے بڑے پرندے ان کا پیچھا کرتے ہوئے دکھائی دیئے ہم نے حاجی صاحب کو جب یہ کیفیت بتائی تو فرمانے لگے۔ "خدا نے ہماری مدد کے سامان خود مہیا کر دیئے ہیں آپ لوگ گھبرائیں نہیں یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

"چنانچہ ان جہازوں نے بجائے غازی آباد میں ہمارے ٹھکانوں پر حملہ کرنے کے لئے سامنے کی پہاڑی پر بم برسائے تقریباً" ایک گھنٹہ بمباری ہوتی رہی تینوں پرندے ان جہازوں کے ساتھ ہی تھے۔ ایک گھنٹے کی بمباری کے بعد یہ جہاز واپس چلے گئے۔ ہمارے ٹھکانوں کو یا ہمارے کسی مجاہد کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔"

حاجی صاحب ترنگ زئی نے انگریزوں کے وظیفہ خوروں کے خلاف جب جنگ شروع کی اور ان کے مکانات کو سزا کے طور پر جلانا شروع کیا تو انگریزوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کرا دیا کہ مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہنچانا اسلام میں جائز نہیں ہے لہٰذا حاجی صاحب ترنگ زئی کا یہ فعل اسلام کے منافی ہے۔ اس پروپیگنڈے کا بہت سے قبائلی جب شکار ہوئے اور حاجی صاحب ترنگ زئی کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تو مولانا محمد ایوب نے ایک کتاب بنام (حق المقال) لکھوا کر قرآن و حدیث اور سنت کی رو سے یہ ثابت کیا کہ منافقین کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ اسلام میں جائز ہے۔ مولانا محمد ایوب نے ساری عمر جہاد میں گزاری اور تین نومبر 1950ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔

عظیم مجاہد مولانا سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

تحقیقی مقالہ
ڈاکٹر نوشاد خان
اسلامیہ کالج پشاور

ہماری آزادی کی تاریخ اس بحر بیکراں کی مانند ہے جس کی تہہ گوہر نایاب سے بھری پڑی ہے۔ زیر نظر مقالہ جنگ آزادی کے ایک ایسے ہی گمنام مگر ناقابل فراموش سپاہی کی زندگی اور کارناموں سے متعلق ہے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے حصول کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

مولانا سیف الرحمٰن 1840ء میں حاجی غلام جان ولد حاجی مومن خان کے گھر بمقام متھرا نوہ تحصیل پشاور میں پیدا ہوئے۔ 1

آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق درانی پشتونوں کے مشہور قبیلے الکوزئی سے تھا۔ جو ارغنداب (افغانستان میں قندھار کا ایک ضلع) سے ترک وطن کرکے پشاور منتقل ہوگئے تھے۔ عبدالغنی خان جو اس قبیلے کے بڑے سردار تھے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی کے دور میں بہت ہی نمایاں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ 2

مولانا سیف الرحمٰن نے اپنی ابتدائی تعلیم علاقہ پشاور میں مختلف علمائے کرام سے حاصل کی۔ ان میں ملا صاحب سرخ اور مولانا صاحب زریاب کے نام قابل ذکر ہیں۔ 3

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا صاحب تفسیر قرآن اور دورہ احادیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ چند سال کے محنت شاقہ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے ان کو سند خلافت سے سرفراز فرمایا۔ 4

تمام علوم درسی کی تکمیل کے بعد مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے اپنی تمام تر توجہ درس و تدریس کی طرف مبذول فرمائی۔ ہند کے بعض مشہور مقامات مثلاً ریاست ٹونک، شاہجہان پور اور پانی پت میں آپ نے مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ آخر میں فتح

۳ ماخ

پوری دہلی میں آپ کو صدر مدرس کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقع ملا - 5

یہاں دہلی میں قیام کے دوران جمعیت العلماء اور دارالعلوم کابل کے مشہور افغانی علماء کو مولانا موصوف سے پڑھنے اور اسناد حاصل کرنے کا موقع ملا - جن علمائے کرام نے مولانا صاحب سے استفادہ کیا ان میں مولانا یار محمد صاحب وردگی' مولوی عبدالملک صاحب سکوزری' مولوی حفیظ اللہ صاحب لوگری' مولوی پائندہ صاحب پنج شیری اور مولانا زاہد صاحب لغمانی کے نام قابل ذکر ہیں - 6

پہلی جنگ عظیم کے دوسرے سال حکومت انگلشیہ نے مختلف حربوں سے کام لیتے ہوئے ہند کے بعض علماء سے ایسے فتوے حاصل کیے جن میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جاری جنگ ایک علاقائی جنگ ہے اور یہ ہندی مسلمانوں کے لئے کسی بھی لحاظ سے جہاد یا مذہبی جنگ نہیں ہے - یہ علمائے کرام کا وہ گروہ تھا جو برطانوی ہند کو دارالاسلام سمجھتے تھے - 7

مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے - جنہوں نے اس اہم اور نازک موقع پر انگریزوں کا آلہ کار بننے سے صاف انکار کردیا - مزیں برآں مولانا صاحب نے ببانگ دہل حق کا اعلان کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ مذکورہ جنگ ایک علاقائی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی جنگ اور جہاد ہے - 8

اس اعلان حق کے بعد دہلی میں مقیم مسلم زعماء حکیم اجمل خان' ڈاکٹر انصاری اور چند دیگر احباب سے صلاح لینے کے بعد مولانا صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ کے ساتھ مشاورت کے لئے عازم دیو بند ہوئے - دیو بند میں شیخ الہند ؒ کے ساتھ مشورے کے بعد مولانا صاحب پشاور کے لئے روانہ ہوئے - سرحد پہنچنے کے بعد مولانا سیف الرحمٰن یہاں کے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی ؒ کے ساتھ جا ملے - دونوں مجاہدین کے باہمی مشورے اور گفت و شنید کے بعد یہ طے پایا کہ آزاد قبائل کی طرف ہجرت کی جائے - 9

تاکہ برطانوی استعمار کے خلاف باقاعدہ اور عملی جدوجہد کا آغاز کیا جائے - نتیجے کے طور پر ایک شب ایک بہت بڑا قافلہ جس میں تقریباً" ہر شعبہ زندگی سے لوگ شامل تھے

Scanned with CamScanner

- حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں علاقہ غیر کوچ کرگیا اور پہلے پڑاؤ کے طور پر بونیر میں مجاہدین نے قیام کیا۔ آزاد علاقے کے لوگوں نے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔

حاجی صاحب ترنگزئی اور مولانا سیف الرحمٰن کی کوششوں سے علاقہ گدون کے تمام لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریباً تین مہینے تک انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ 10

اس کارروائی کے نتیجے میں انگریزوں کو نہ صرف اندرونی ملک بلکہ بیرونی محاذ پر بھی سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ 11

بقول مولانا سعید الرحمٰن صاحب قط العمارہ (جنوبی عراق میں ترکی سنجاق کا صدر مقام تھا) بونیر کے جہاد کی وجہ سے انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک ہزار انگریزی فوج کے سپاہ نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ 12

اس وقت کے انگریز سی آئی ڈی کی ایک رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ

> " مولانا سیف الرحمٰن حاجی صاحب ترنگزئی کے سیکرٹری ہیں۔ اور یہ شخص (مولانا صاحب) ہمیشہ حاجی صاحب کو اس پر آمادہ کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ وہ آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف اکسائے۔ لہٰذا 1915ء میں آزاد سرحد پر ہمارے (انگریزوں) کے خلاف جتنی بھی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ ان کی ذمہ داری بنیادی طور پر مولانا سیف الرحمٰن پر عائد ہوتی ہے۔ 13 "

بونیر کے جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے کی پاداش میں انگریز سرکار نے متھرا دوآبہ پشاور میں مولانا سیف الرحمٰن کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کرکے نیلام کرا دی۔ 14

اور ان کے اہل خانہ کے تمام افراد اور قریبی رشتہ دار جن کی تعداد 29 تھی کو گرفتار کرکے پشاور اور ڈیرہ جات کے جیلوں میں بغرض تشدد اور بربریت کے ڈال دیا۔ 15

یہ لوگ پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک انہی جیلوں میں محبوس رہے۔

ادھر بونیر میں تین مہینے قیام کے بعد فدایان اسلام کا یہ قافلہ ابتدائی کامیابیوں کے بعد سوات کے راستے مہمندوں کے آزاد علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے چند ساتھیوں نے آزاد قبائل میں مہمندوں ہی کے علاقے میں ٹھہرنے اور رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ جبکہ مولانا سیف الرحمٰن نے اپنے آبائی وطن افغانستان کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان دنوں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں مولانا سیف الرحمٰن مختلف مقامات جلال آباد، کجہ اور کابل میں دو سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ "جب مولانا اور ان کے ہم خیال دیگر حریت پسند افغانستان چلے آئے تو ان کی موجودگی نے ان کو اس قابل بنایا کہ افغانستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نجات دہندہ فوج الجنود باللہ کے نام سے تشکیل دی گئی۔" 16

مولانا سیف الرحمٰن کو اس فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ 17

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ افغانستان کی حکومت نے بعض ہندوستانی حریت پسندوں کے لئے الاؤنس وغیرہ مقرر کئے تھے۔ مولانا سیف الرحمٰن کے لئے بھی مبلغ دو ہزار روپیہ بطور الاؤنس سالانہ مقرر تھے۔ 18

فروری 1919ء میں امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد جب امان اللہ خان افغانستان کا امیر بنا۔ تو امان اللہ خان نے مولانا سیف الرحمٰن کو کابل بلوایا اور اسے قاضی عسکر افغانستان کے عہدے پر فائز کیا۔ 19

علاوہ ازیں آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے شایان شان ایک قطعہ اراضی بھی آپ کے نام الاٹ کروایا۔

افغانستان کی مکمل آزادی کے بعد جب افغانیوں کو اپنی خارجہ پالیسی خود چلانے کا حق مل گیا اور افغانستان کی طرف سے بخارا، روس اور یورپ کو جو سفارتی وفود بھیجے گئے ان میں مولانا سیف الرحمٰن نے غیر معمولی نوعیت کے حامل ذمہ داریاں قبول کیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا صاحب کو وزارت مختاری کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ 20

باقی ہے

چھ سال تک مولانا موصوف آزاد افغانستان کے نہایت ہی اہم اور حساس عہدوں پر فائز رہے - افغانستان اور افغانیوں کی طویل خدمت کے بعد مولانا صاحب کی صحت کمزور ہوگئی اور بوجہ بیماری وہ اپنے فرائض منصبی سے مستعفی ہوگئے - امیر حبیب اللہ خان اور امیر امان اللہ خان نے مولانا صاحب کو ان کی شاندار خدمات کے عوض توصیفی اسناد اور انعامات سے نوازا -

امان اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ افغانستان کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے - وہ مولانا سیف الرحمٰن کے بڑے قدر دان تھے - انہوں نے مولانا موصوف کو ایک مرتبہ پھر افغانستان کی خدمت اور ملازمت کی دعوت دی - لیکن مولانا صاحب نے بوجہ کمزوری اور بیماری کے کوئی منصب قبول کرنے سے معذرت ظاہر کردی - اس کے باوجود اعلیٰ حضرت نے مولانا صاحب کے لئے ایک معقول تنخواہ مقرر کردی -

مولانا صاحب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے دور میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ مطہرہ کے دیدار کے لئے ارض مقدس تشریف لے گئے - بیت اللہ شریف میں قیام کے دوران مولانا صاحب نے حضرت شیخ احمد سنوسی سے طریقہ سنوسیہ خضریہ (تصوف کا ایک سلسلہ) میں بیعت کی - 21

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ کے دور میں مولانا صاحب کو دو مرتبہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول کی زیارت کا شرف حاصل ہوا -

1949ء میں مولانا سیف الرحمٰن ارض پاک کو اپنا ابدی قرار گاہ بنانے کی نیت سے چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے - مگر اس مرتبہ قدرت کو کچھ اور منظور تھا - پشاور پہنچ کر مولانا قلب کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور ایک مدت کے بعد سات جمادی الاول 1369 قمری بمطابق 25 فروری 1950ء بروز شنبہ بوقت نو بجے صبح ایک سو دس سال کی عمر میں مولانا سیف الرحمٰن نے داعی اجل کو لبیک کہا 22 (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

اور یوں اسلام کا یہ تابندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا - لیکن اس کی روشنی ابھی تک باقی ہے جو ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے راہنمائی کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی رہے گی - بقول شاعر

Scanned with CamScanner

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حوالہ جات

1:- مولانا سعید الرحمٰن، سوانح مختصر از جناب مولانا سیف الرحمٰن صاحب مرحوم (غیر مطبوعہ) صفحہ نمبر 1

2:- عبدالعلی ارغنداوی، برطانوی سامراجیت اور افغانستان کی تحریک آزادی 21-1914ء منشی رام منوہر لعل پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ نیو دہلی 1989ء صفحہ نمبر 124

3:- مولانا سعید الرحمٰن، المرجع سابق (O.C)

4:- ایضاً۔

5:- عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق (O.C)

6:- مولانا سعید الرحمٰن، المرجع سابق۔

7:- خلانسیوں کا ہجرت افغانستان، نوشاد خان (غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ایریا سٹڈی سنٹر (سنٹرل ایشیا) 1955ء صفحات 142,113

8:- مولانا سعید الرحمٰن، المرجع سابق۔ د حافظ بابر خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت 1985ء صفحہ نمبر 26

9:- ایضاً

10:- ایضاً

11:- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور 1982ء جلد 2/14 صفحہ نمبر 172۔

12:- مولانا سعید الرحمٰن المرجع سابق۔

13:- حضرت سید محمد میاں صاحب، (مولف) تحریک شیخ الہند، مکتبہ محمودیہ، لاہور 1978ء ایڈیشن دوم، صفحہ نمبر 474

Scanned with CamScanner

-:14 مولانا سعید الرحمٰن المرجع سابق - صفحہ نمبر 2

-:15 ایضاً" -

-:16 مولانا عبید اللہ سندھی کی ذاتی ڈائری بحوالہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نا نقش حیات' دارالاشاعت کراچی 1953ء صفحہ نمبر 578

-:17 عبدالعلی ارغنداوی' المرجع سابق ضمیمہ نمبر سات' صفحہ نمبر 335

-:18 ایضاً" صفحہ نمبر 132

-:19 مولانا سعید الرحمٰن المرجع سابق' صفحہ نمبر 2

-:20 ایضاً"

○ منسلکہ ضمیمہ تا (ان کے اصل راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں)

-:21 مولانا سعید الرحمٰن المرجع سابق صفحہ نمبر 2

-:22 ایضاً"

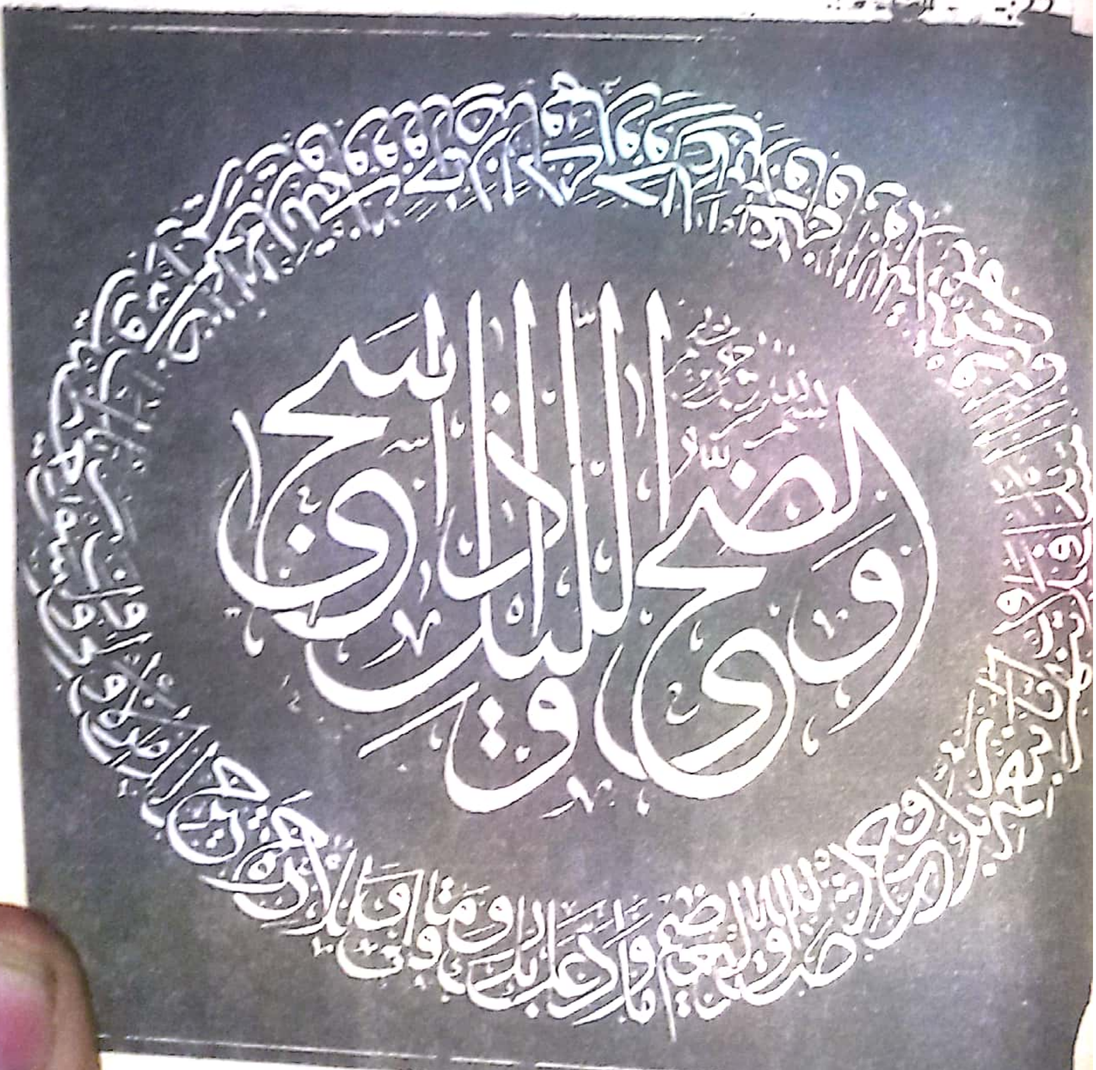

حضرت مولانا محمد عبدالخالق مدظلہ باجوڑی
ایک جید عالم و فاضل شخصیت

ڈاکٹر محمد حنیف صاحب

مولانا محمد عبدالخالق صاحب ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دار فانی میں عمر دراز کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق سے بھی نوازا۔ آپ نے آج سے تقریباً سوا صدی پہلے اس دنیا میں آنکھ کھولی اور جب سے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر تادم ہذا اپنی ساری عمر گراں مایہ تعلیم و تعلم، درس و تدریس، ذکر و فکر، اصلاح عقائد اور رد بدعات میں گزاری۔

آپ اس زمانہ میں تحصیل علم کی خاطر دہلی تشریف لے گئے جب کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر ابھی زندہ تھے۔ ان کے فیوض و برکات سے ہر طرف فضا منور و معطر تھی اور دور دور سے طالبان حق آکر ان کے چشمہ ہائے علم سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت مولانا موصوف کو اس وقت کی ایک اہم تاریخی اور علمی یادگار کی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس دور کے علماء میں سے آپ کے علاوہ شاید ہی کوئی اس وقت زندہ ہو۔

آپ کا اسم گرامی محمد عبدالخالق اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اپنی جائے پیدائش "گواٹی" (باجوڑ) کی نسبت سے "گواٹی مولوی صاحب" کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے موجودہ مسکن کٹکوٹ (باجوڑ) کی مناسبت سے "کٹکوٹ مولوی صاحب" کے نام سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

آپ کے والد ماجد کا نام نامی مولوی سید امیر اور دادا کا نام حسام الدین تھا اور آپ کا سلسلہ نسب صوبہ سرحد کے مشہور بزرگ حضرت صالح محمد المعروف بہ دیوانہ بابا1 کے ساتھ ملتا ہے۔ باجوڑ آپ کا آبائی وطن ہے اور آپ کا خاندان عرصہ دراز سے علاقہ ماموند کے مشہور گاؤں "گواٹی" میں آباد ہے۔ آپ اس گاؤں میں مولوی سید امیر کے ہاں

پیدا ہوئے - آپ کے والد بزرگوار مولانا عبدالحق گوپالی کے شاگرد اور اپنے دور کے جید عالم تھے - مولانا عبدالخالق صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں اپنے والد ماجد کے علاوہ جن علماء کرام نے حصہ لیان ان میں سے مولانا نصیرالدین المعروف بہ مارچو ملا صاحب' باجوڑ - داماں ملا صاحب ہزارہ' حسین جان ملا صاحب' ننگر ہار' سودائی' ملا صاحب باجوڑ اور مانڈہ گئی ملا صاحب باجوڑ خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

مذکورہ بالا اساتذہ کرام سے استفادہ کے بعد آپ نے مزید تحصیل و تکمیل کی خاطر ہندوستان کا سفر اختیار کیا - وہاں جاکر آپ اس دور کی معروف درسگاہ مدرسۃ الاسلام دہلی المشہور بہ مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم سے وابستہ ہوگئے - اس زمانہ میں وہاں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1297 ھ - 1880ء) کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالعلی دہلوی (المتوفی 1347 ھ - 1928ء) صدر مدرس تھے - آپ کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1339 ھ - 1921ء) کے داماد و شاگرد حضرت مولانا محمد شفیع دیو بندی (المتوفی 1380 ھ - 1960ء) مولانا حکیم جی محمد مظہراللہ (المتوفی 1387 ھ - 1926ء) مولانا محبوب الٰہی (المتوفی 1391 ھ - 1971ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب - جیسے نامور علمائے عظام مسند تدریس پر فائز تھے - مولانا عبدالخالق صاحب نے علوم متفرقہ کی کتابیں دیگر اساتذہ سے پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے حلقہ میں کیا ہے -

1334 ھ میں وہاں سے سند فراغت حاصل کرکے باجوڑ لوٹ آئے اور درس و تدریس کا مسند بچھا کر تشنگان علم کو سیراب کرنے میں مصروف ہوگئے - کچھ مدت یہاں گزارنے کے بعد علم تجوید کے بعض مسائل خصوصاً" حرف " ضاد " کے تلفظ کے مسئلہ میں مقامی علماء کے ساتھ اختلافات پیدا ہوگئے جس کے نتیجہ میں آپ نے ڈیورنڈ لائن کے اس پار جاکر پتاؤ کے مقام پر قیام اختیار کیا - وہاں تین سال گزارنے کے بعد موضع کشکوٹ واپس آئے - تقریباً" دس سال کے بعد دوبارہ پتاؤ چلے گئے اور چار سال وہاں قیام کرنے کے بعد دوبارہ کشکوٹ آئے - اس بار آپ نے مستقل سکونت اختیار کرکے مرکزی جامع مسجد میں درس و تدریس کا آغاز کیا - چونکہ آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا بہت چرچا ہو چکا تھا اس لئے دور دور سے طالبان حق یہاں جمع ہو کر

مستفید ہونے لگے۔

علم و فضل

مولانا عبدالخالق صاحب دیو بندی مکتب فکر سے وابستہ ایک متبحر اور جامع عالم ہیں اور علم تفسیر حدیث، فقہ، منطق، تجوید فلسفہ اور ریاسی وغیرہ تمام علوم پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر علوم کے علاوہ علوم ریاضی میں آپ کو بڑی دست گاہ حاصل ہے۔ ریاضی میں آپ کی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ریاضی کی بعض مشہور کتابوں پر حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔

اخلاق و عادات اور زہد و تقویٰ

آپ ایک فقیر طبع۔ صوفی منش۔ انتہائی متواضع۔ بے تکلف۔ ملنسار۔ مہمان نواز اور سادگی پسند بزرگ ہیں۔ آپ صبر و استقلال کے پیکر ہیں اور دینی معاملات میں ہر قسم کی تکلیف کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا بے پناہ عزم و حوصلہ رکھتے ہیں۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے حد پابند اور بدعات و رسومات کے سخت مخالف ہیں۔ اپنی تمام عمر عبادت و ریاضت۔ درس و تدریس، اصلاح عقائد، حسن عمل کی ترغیب اور دین متین کی اشاعت و حفاظت میں گزاری۔ آپ کے معتقدین کا دائرہ کافی وسیع ہے اور اپنے علاقہ میں بہت اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔

سلوک و طریقت اور بیعت

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ کی طبیعت فقر و مسکنت کی طرف زیادہ مائل تھی۔ مگر چونکہ پیر کامل کی تلاش میں انتہائی حزم و احتیاط اور خوب تحقیق سے کام لیتے تھے۔ اس لئے اس سلسلہ میں کافی تگ و دو کے بعد حضرت مولانا نجم الدین اخونزادہ المعروف بہ " ہڈے ملا صاحب " (المتوفی 1319ھ 1902ء) کے ممتاز خلیفہ و جانشین حضرت پائندہ محمد المعروف بہ " استاد صاحب " کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور بعدازاں طریقہ قادریہ اور طریقہ نقشبندیہ دونوں میں اپنے پیر و مرشد کی جانب سے ماذون و مرخص

Scanned with CamScanner

ہوئے - اجازت نامہ کے الفاظ درج ذیل ہیں :-

ہو اللہ تعالیٰ شانہ'

معلوم جمیع خاص و عام مردم باجوڑ و ماموند بوده شدکہ مولوی صاحب گوانی عبدالخالق نام ازطرف بندہ اللہ جل شانہ' ماذون ہر دو طریقہ مبارکہ یعنی قادریہ و نقشبندیہ است بناء پر صلاحیت و علمیت برائے او اذن کردہ ام از برائے نفع مسلمانان - فقط والسلام -

پائندہ محمد مشہور بہ استاذ ہڈہ 1

حضرت مولانا صاحب سلوک و طریقت کے مروجہ طریق میں ہر کس و ناکس کے داخل ہونے کے روادار نہیں بلکہ اس کے لئے کڑی شرائط کے قائل ہیں - اس بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

ہر کس کے ارادہ در طریقہ دارد اہم الامور اورا علم شریعت است - کہ جاہل با مراد خود نہ رسد و بروی لازم است کہ نفس خود را بہ اخلاق حمیدہ متحلی گرداند مثل توکل و یقین و زہد و ورع و تقویٰ و عفت و مروت و فتوت و مجاہد و مکابدہ و ریاضت و شوق و ذوق و رغبت و ہیبت و خوف و خشیت و رجاء و صفا و طلب و ارادہ و محبت و حیا و کرم و شجاعت و حلم و عفو و رحمت برخلائق و علو ہمت و قصر امل و سرد کردن النفس از حب دنیا کہ " رءس کل خطیئتہ " است و توبہ کردن از جملہ معاصی و اضداد ا ۔لنہا اخلاق ذمیمہ اند - از ا ۔لنہا احتراز تام ضرور بیار ید پس از تعمیل مذکور بہ طلب شیخ کامل شوید ودعا منقول از حضرت شیخ المشائخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بخواند - " یا رب دلنی علی الصلحین من خلقک دلنی علی من یدلنی علیک یخبرنی عما رای عیانا" الا تقلیدا" 1

جو شخص کہ کوئی طریقہ (تصوف) اختیار کرنا چاہے تو اس کے لئے تمام امور کے مقابلہ میں زیادہ اہم شریعت کا علم حاصل کرنا ہے - اس لئے کہ جاہل اپنی مراد تک نہیں پہنچ سکتا ور اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے مثلاً" توکل، یقین، زہد، ورع، تقویٰ، عفت، مروت، فتوحات، مجاہدہ، مکابدہ، ریاضت، شوق، ذوق، رغبت، ہیبت، خوف، خشیت، رجاء، صفاء، طلب، ارادہ، محبت، حیا، کرم، شجاعت، حلم، عفو، مخلوق پر رحم کرنا، علو ہمت، قصر امل، حب دنیا کو کم کرنا کیونکہ یہی ہر خطا کی اصل ہے -

٨٣

تمام گناہوں سے توبہ کرنا مذکورہ اوصاف کی ضد اخلاق سیئہ ہیں ان سے احتراز کلی اپنائے ان امور کو پورا کرنے کے بعد شیخ کامل کی تلاش کرے اور شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر سے جو دعا منقول ہے اسے پڑھے (وہ دعا یہ ہے)

یا رب دلنی علی الصالحین من خلقک دلنی علیٰ مد یدلنی علیک و یخبرنی عما رای عیانا" لا تقلیدا" ۔

شیخ کامل کی تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ :-

پیری کہ دروی چیزی خلاف از شریعت می باشد آں را کامل گفتہ نہ شود ۔ ۔ ۔ پس آں کس کہ جاہل و گمراہ باشد و از دین حنیف مائل باشد ۔ بہ چہ طور شمارا بہ مقام حقیقت می رساند ودر پیر کامل ایں ہم شرط است کہ سلسلہ او بہ رسول اللہ ﷺ رسیدہ باشد واز پیر خود خلیفہ باشد پس ہرگاہ کہ بہ شروط مذکورہ کسے پیدا شود " وقلیل ماھم " پس اتباع اومی شود و لائق ابتدا باشد نہ آں کہ پیر زادہ و شیخ زادہ باشد و بغیر از شرائط مذکورہ طریقہ دہد خود گمراہ باشد و دیگراں را گمراہ می ساز و فایاک عن طریقتہ ۔ 1

وہ پیر جس میں شریعت کے خلاف کوئی بات ہو اسے کامل نہیں کہا جاسکتا ۔ ۔ ۔ پس وہ شخص جو جاہل اور گمراہ ہو اور دین حنیف سے ہٹا ہوا ہو ۔ وہ کس طرح تمہیں حقیقت کے مقام تک پہنچا سکے گا ۔ کامل پیر میں یہ تمام باتیں شرط ہیں ۔ کہ اس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا ہوا ہو اور اپنے پیر کا خلیفہ ہو ۔ پس مذکورہ شرائط کے مطابق اگر کوئی شخص ملے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں پس اس کی پیروی کی جاسکتی ہے اور وہ لائق اقتداء ہے اور وہ شخص نہیں جو (صرف) پیرزادہ اور شیخ زادہ ہو ۔ اگر مذکورہ شرائط کے بغیر بیعت کراتا ہو وہ خود گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ بناتا ہے پس اس کے طریقہ سے دور رہو ۔

نام نہاد پیروں اور مشائخ کے بارے میں فرماتے ہیں :-

بد انکہ ای برادر و ارجمند ! سردار کونین پرسید ند کہ قیامت کدام وقت قائم شود پیغمبر ﷺ جواب فرمودہ کہ

" اذا ضیعت الامانتہ فانتظر الساعتہ فقیل کیف اضاعتھا قال علیہ السلام اذا وسد الامر الیٰ غیر اھلہ فانتظر "

۴۴۲

Scanned with CamScanner

یعنی امر دین چوں بہ غیر اہل خود سپردہ شود وراں وقت قیامت قائم شود پس بین و انصاف کہ بہ خلافت خلفاء راشدین مہد یین حاکمان زمان شستند وبہ قضا شریح و ابی یوسف قضاۃ الدہر ولایت دارند وبہ طریقہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ و جنید بغدادی و ابی یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہم قدس اسرار ہم پیران جاہلان متبدعان الاف بزرگی می زند پس امر دین بہ غیر اہل خود سپردہ شدہ دیانہ - احترام تام بد ارید ای برادران از پیران متبدعان جاہلان وقت رواجیان پیسہ ہا جمع کناں تاکہ در شبکہائے ایشاں بند نہ شوید الحذر الحذر

جان لو اے بھائی اور اے سعادت مند لوگوں نے سردار کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب برپا ہوگی - پیغمبر صلعم نے جواب دیا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرلو - کہا گیا - امانت کیسے ضائع ہو گی - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اختیار نا اہل کو سونپا جائے - پس قیامت کے منتظر رہو یعنی جب دین کا معاملہ نا اہل کو سپرد کیا جائے تو قیامت برپا ہوگی - پس دیکھو اور انصاف سے کہو کہ موجودہ حاکم خلفائے راشدین مہدیین کے صحیح جانشین ہیں اور کیا زمانے کے قاضی حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ - حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی طرح قاضی بننے کا حق رکھتے ہیں اور جاہل بدعتی پیر - جو بزرگی کی لاف زنی کرتے ہیں - کیا حضرت عبدالقادر جیلانی معروف کرخی - جنید بغدادی اور ابو یزید بسطامی کے طریقہ کے پیروکار ہیں - ایسے پیروں سے جو بدعتی - جاہل پیسہ جمع کرنے والے رواجی ہیں - تاکہ آپ ان کے جال میں جکڑنے نہ پائیں - بچو ! بچو - ایسے لوگوں سے بچتے رہو -

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخود
قبا اطلس آن کس کہ ازہنر عاریست 1

رہروان طریق سلوک و ذکر و فکر میں جذب و استغراق کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں -

ای بہادر ! ہر وقت ذاکر و متفکر باش تاکہ در جمیع لطائف شما ذکر جاری شود - بلکہ

کل بدن بہ ذکر گویا شود و ازہر گوشت و پوست و ہرموئے و ازہر سوی اللہ اللہ شنیدہ شود و فنا کلی حاصل آید 2

اے بھائی ! ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہو تاکہ تمہارے تمام لطائف میں ذکر جاری ہو جائے - بلکہ تمام دن ذکر کرنے لگے او ہر گوشت و پوست اور ہر بال اور ہر طرف سے اللہ اللہ کا ورد سنا جائے اور فنا کلی حاصل ہو جائے -

انیسویں صدی عیسوی میں جب برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا تو اس تحریک آزادی میں صوبہ سرحد کے مذہبی رہنماؤں بالخصوص شمالی علاقوں کے علماء و مشائخ کرام نے جو عظیم الشان کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں خود انگریزوں کے قلم سے محفوظ ہے - شمالی محاذ کے مجاہدین میں سے حضرت عبدالغفور معروف بہ اخوند صاحب سوات (المتوفی 1294ھ 1877ء) حضرت مولوی عبداللہ صاحب سوات - حضرت نجم الدین اخونزادہ معروف بہ بڈے ملا صاحب (المتوفی 1310ھ 1902ء) مولانا سعد اللہ صاحب معروف بہ سرتور فقیر بیر - حضرت پالام ملا صاحب، دیر مولانا عبدالکریم معروف بہ بابڑے ملا صاحب باجوڑ النگار فقیر صاحب - مولانا احمد جان معروف بہ سنڈاکئی ملا صاحب سوات (المتوفی 1345ھ 1926ء) مولانا محمد قیصر المعروف بہ شڑی فقیر صاحب سوات (المتوفی 1375ھ 1955ء) اور مولانا فضل واحد معروف بہ حاجی صاحب ترنگ زئی (المتوفی 1357ھ 1937ء) وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہوں نے تاریخ کے اس نازک مرحلہ پر قوم کو قابل فخر قیادت فراہم کی اور اپنی قوت ایمانی کے زور سے ہر محاذ پر انگریز کے لاؤ لشکر اور توپ و تفنگ کے مقابلہ میں انتہائی بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے - حضرت مولانا عبدالخالق صاحب اس لحاظ سے بھی بڑے خوش قسمت ہیں کہ انگریزوں کے خلاف سرحدی قبائل میں آپ کو نہ صرف تحریک چلانے کا موقع ملا بلکہ اس اسلامی جہاد میں مختلف محاذوں پر مجاہدانہ شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی -

تصنیفات و تالیفات

حضرت مولانا صاحب کو خداوند تعالیٰ نے دیگر احسانات کے ساتھ ساتھ یہ توفیق بھی عنایت فرمائی کہ خود اپنی معلومات کو سپرد قلم کرکے محفوظ کردیا ہے - آپ کے قلم کے

Scanned with CamScanner

ت آپ کے تبحر علمی - وسعت مطالعہ - مذہبی جوش و جذبہ، اخلاص و تقوی اور
محنت و کاوش کے آئینہ دار ہیں - آپ نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کا مختصر
رف حسب ذیل ہے -

عنیتہ القاری شرح الصحیح البخاری

یہ شرح عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے - حصہ اول
پ چکا ہے اور باقی پانچ جلدیں تا حال مخیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہیں - ہماری دعا ہے
اللہ تعالی کسی نیک بخت کو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائیے - آمین

طریقتہ السلوک الی ملک الملوک

یہ ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے - فارسی زبان میں لکھا گیا ہے جیسا کہ نام
ظاہر ہے اس کا موضوع سلوک و طریقت ہے - اور اس کی خوبی یہ ہے کہ طریقہ
یہ اور طریقہ نقشبندیہ کے اذکار و اوراد کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے
ے نزدیک سلوک و تصوف کے شائقین اور راہ طریقت کو اختیار کرنے کے خواہش
حضرات کے لئے اس رسالہ میں رہنما اصول اور نہایت مفید قواعد و ضوابط موجود ہیں

لہ کے آخر میں آپ نے اپنا شجرہ طریقت قلم بند کیا ہے -

العصام الصارم

مولانا صاحب تجوید میں کافی مہارت و دلچسپی رکھتے ہیں - آپ نے اس موضوع پر
زبان میں ایک مختصر رسالہ تحریر کیا ہے جو 1379 ھ میں منظور عام پریس پشاور میں
پ چکا ہے -

حاشیہ شرح چغمونی

اس کا موضوع اور زبان عربی ہے - اس وقت قلمی شکل میں محفوظ ہے -

Scanned with CamScanner

5:- حاشیہ بدیع المیزان

اس کتاب کا موضوع منطق ہے اور عربی زبان میں لکھی گئی ہے اس کا ایک قلمی نسخہ ہے اس کی زبان بھی عربی ہے اور منطق کے طلباء کے لئے نہایت کارآمد اور مفید چیز ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب محمد عبدالدائم مرحوم کی یہ عبارت درج ہے۔

قدتمت الحاشیته المبارکته التی الفھا سلطان السلکاء و برھان العلماء شیخ السنته والصوفیته قد اعطاہ اللہ من العلوم کلھا خطا" وافرا" وقسطا" سابغا" لعد سکناتہ' وحرکاتہ واقوالہ' وافعالہ' للہ وفی اللہ ولا یخاف لومتہ لائم فی اللہ الجناب مولانا والدی ومرشدی ابا عبداللہ محمد عبدالخالق فرید الدھر الباجوڑی ثم الگواتوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ

اولاد ذکور

مولانا عبدالخالق صاحب کی اولاد و ذکور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زوجہ 1:-

مولانا عبداللہ صاحب آپ کے فرزند اکبر ہیں 1346ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کے بعد صوبہ سرحد کی مشہور و معروف علمی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اور 1390ھ میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ بڑے خوش اخلاق اور اپنے علاقہ میں کافی اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔

زوجہ 2:-

مولانا عبدالرحیم صاحب۔ اپنے والد ماجد سے علمی فیض حاصل کیا۔ نہایت معزز دین دار اور مذہبی جوش و جذبہ سے سرشار نوجوان ہیں۔

Scanned with CamScanner

زوجہ 3:-

مولوی عبدالعزیز صاحب - مولوی فاضل - فاضل دارالعلوم قاسمیہ پشاور - عبدالملک - عبدالسلام - عبدالوکیل - عبدالمومن - عبدالقادر اور عبدالحفیظ -

چند مشاہیر فیض یافتہ شاگرد

کسی با کمال شخص کا صرف یہی کمال نہیں ہوتا کہ وہ خود کامل ہے بلکہ شخصیت کے کمال کا ایک بین ثبوت شخصیت سازی میں اس کی تاثیر ہوتی ہے - حضرت مولانا صاحب کے فیض صحبت - باطنی اثر اور علم و فضل نے سینکڑوں اشخاص کو زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا بلند مقام بھی عطا کردیا - اگرچہ ایسے حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے - مگر راقم الحروف جن حضرات کے نام معلوم کرسکا ہے ان میں سے چند قابل ذکر تلامذہ کی فہرست حسب ذیل ہے :-

1:- ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان - قندہار - افغانستان

2:- پائندہ محمد فاضل دیو بند المعروف بہ کامل مولوی صاحب

3 :- مولانا قمر صاحب مرحوم المعروف بہ جورے مولوی صاحب سوات

4 :- گھڑی مولوی صاحب - سوات

5 :- مولانا فضل احمد مرحوم المعروف بہ موزو صاحب حق صاحب

6 :- فضل کریم مولوی تحفی پشاور

7 :- حمد اللہ مولانا صاحب کتوزو پشاور

8 :- شیخ الحدیث عبدالرحمٰن مولوی صاحب - مردان

9 :- شیخ الحدیث عبدالمنان مولوی صاحب مردان

10 :- فضل الرحمٰن مولوی صاحب - دیر

11 :- مولوی محمد معشوق مرحوم مروره افغانستان

12 :- مولوی عبدالعزیز مرحوم چنار - باجوڑ

13 :- قاضی عبدالمتین - مسکینی درہ - جندول

۶۸۹

Scanned with CamScanner

14 :- مولوی عبدالعزیز مرحوم - قاضی بادین - جندول
15 :- مولوی عبدالمجید کودی خیل - ننگرہار - افغانستان
16 :- مولوی عبدالعزیز المعروف بہ چارمنگ مولوی صاحب گوجر
17 :- غازی محمد گبرے باجوڑ
18 :- عبید اللہ صافی سابق قاضی القضاۃ - کابل
19 :- مولوی عبدالخالق مرحوم دم کلے افغانستان
20 :- عبدالدائم مرحوم باجوڑ
21 :- مولوی عبدالحق - ننگر ہاری
22 :- مولانا احمد نور' خار باجوڑ
23 :- مولانا فضل کریم محقی پشاور
24 :- مولانا گل رحمٰن صاحب باجوڑ
25 :- مولانا فضل کریم محقی پشاور
26 :- مولانا معز الرحمٰن صاحب المعروف بہ صاحب
حق صاحب - مرزا ڈھیر پشاور
27 :- راقم الحروف کے والد ماجد محمد لطیف ساکن سی - باجوڑ
28 :- مولوی عبدالغفار بریالے شہید قندہار افغانستان
29 :- مولوی عبدالاحد شہید قندہار افغانستان
30 :- قاضی عبید اللہ خلوزو - باجوڑ

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

(ماخوذ از الحق اکوڑہ خٹک)

Scanned with CamScanner

تحریک آزادی کا نامور سپاہی

حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد قاسم
شریک درجہ تخصص جامعہ عثمانیہ

برصغیر پاک و ہند کے صف اول کے مجاہدین حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ اسماعیل شہید، حضرت امداد اللہ مہاجر مکی، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوھی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت حاجی صاحب ترنگزئی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور اسیر مالٹا مولانا میاں عزیز گل صاحب قدس اللہ اسرار ھم کی تحریک کا یہ نامور سپوت اور عظیم مرد مجاہد علامہ خلیل مہمند (پشاور) کے خاندان خان خیل میں بمقام سلیمان خیل جناب محمد اسعد خان صاحب کے ہاں تقریباً 1895ء مطابق 1312-1311 ھ کو پیدا ہوئے - آپ لنڈی کوتل خیبر ایجنسی کے مشہور شنواری قوم کے شیخ محمد خیل کی ذیلی شاخ عالم سے تعلق رکھتے تھے - نمبر1

ابتدائی تعلیم

آپ کو 1901ء (1318/19ھ) میں شیخ محمدی کے پرائمری سکول میں داخل کرایا گیا - آپ نے تقریباً گیارہ سال کی عمر میں چوتھی جماعت پاس کی اور ساتھ ہی قرآن کریم پڑھا -

پھر صرف علم دین پر توجہ مرکوز کی - 1920ء (1338/39ھ) تک اپنے آبائی گاؤں سلیمان خیل میں حصول علم کے سلسلے میں مصروف رہے -

اعلیٰ تعلیم

پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے علاقہ کیمل پور کے شینکئی نامی گاؤں تشریف لے گئے - یہاں سے آپ علاقہ ہشت نگر (چارسدہ) تشریف لائے اور یہاں مختلف مقا

تحصیل علوم اسلامیہ کے جذبہ کی تسکین و تکمیل کی۔

صوفیانہ مسلک

بقدر ضرورت تکمیل علم کے بعد آپ تصوف کی طرف متوجہ ہوگئے اور اکوڑہ خٹک نوشہرہ کے دارالعلوم جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث مولانا سید بادشاہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت سید مہربان علی شاہ بن سید حبیب شاہ بخاری مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ سات سال تک ان کے زیر تربیت رہے۔ لیکن آپ کی یہ پیاس نہ بجھی اور آپ اس کی خاطر ضلع کوہاٹ کے علاوہ دوآبہ کے مشہور و معروف صوفی عالم حضرت مولانا محمد عمر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاجزادے المعروف بہ کربوغہ ملا صاحب (المتوفی 1349ھ) کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے یہاں بھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور بیعت سے قبل ان کی خدمت میں کچھ عرصہ گزارا۔ ان کی شریعت پر استقامت انگریزوں کے خلاف نفرت آمیز رویہ اور جذبہ جہاد دیکھ کر بیعت کی کیونکہ حضرت حاجی صاحب پہلے ہی سے عشق رسول میں مست تھے اور انگریزوں کی مخالفت ان کی رگوں میں رچی ہوئی تھی۔

1926ء میں دوسری بار حج کے لئے تشریف لے گئے اور مشاہیر عالم سے ملاقات کرکے تحریک آزادی کے ایک نئے جذبہ سے سرشار ہوئے۔ 1929ء میں آپ تیسری بار حج کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کو راستے میں خبر ملی کہ انگریزوں نے پشاور شہر کے بازار قصہ خوانی میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلا کر ان کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ تو آپ سیدھے اپنے مرشد صاحب کربوغہ کے پاس پہنچے اور انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ آپ خود ضعیف العمر اور صاحب فراش تھے۔ لہٰذا آپ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تیراہ چلے جانے کے لئے فرمایا تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو جہاد کے لئے تیار کریں۔ نمبر2

1930ء میں انگریزوں پر حملہ

23 اپریل 1930ء کو انگریزی سامراج نے قصہ خوانی بازار میں مسلمانوں پر بے رحمی سے گولیاں چلائیں اور جس میں ایک سو نو مسلمان شہید ہوگئے تھے۔ تو آپ نے

۹۲م

حسب ارشاد کربوغہ صاحب مرحوم کے تیراہ اور اس کے گرد و نواح میں جلسے منعقد کیئے۔ لوگوں میں جذبہ جہاد بیدار کیا۔ آپ نے مع چند احباب اور دوسرے مسلمان مجاہدین کے پشاور میں موجود انگریزوں پر حملہ کیا۔ فریقین کے درمیان یہ جنگ تین دن تک جاری رہی جس میں انگریزوں کی طرف سے ایک جرنیل اور ایک سپاہی ہلاک ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے شیخ محمدی کے ایک طالب علم سپاہی خان گل نامی شہید ہوئے۔

حاجی صاحب کی گرفتاری

انگریزوں نے تحقیق شروع کی کہ اس جنگ کا بانی کون ہے اور ان کا نام کیا ہے۔ خفیہ پولیس نے انگریزوں کو خبر کردی کہ اس جنگ کا بانی حاجی محمد امین نامی ایک شخص ہے جو بہت با عمل اور صالح جوان ہے۔ ان کی بات میں اتنا اثر ہے اور تقریر اتنی پر تاثیر ہے کہ علاقہ غیر تیراہ کے آفریدیوں کو ایک ہی آواز سے جمع کر دیتا ہے اور ان کو حملے کے لئے تیار کر لیتا ہے۔

انگریزوں نے خفیہ پولیس سے معلومات طلب کیں کہ یہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے انگریزوں کو بتایا کہ آپ سلیمان خیل کے رہنے والے ہیں۔ خاندانی شخص ہونے کے علاوہ عالم دین، حقیقی شاعر اور صاحب طریقت بھی ہیں۔ جو کہ مشہور صوفی حضرت مولانا محمد عمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ انگریزوں کے سخت مخالف ہیں۔ لہٰذا انہوں نے فوراً آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کردیئے۔

اس وقت مقامی لوگوں کے دلوں میں اپنے ہم وطنوں کا بہت احترام تھا جس تھانیدار کو آپ کی گرفتاری کا حکم ہوا تھا وہ بھی مقامی تھا۔ لہٰذا وہ سیدھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم جناب اسعد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ ہمیں محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کا حکم ہے لیکن ہم آپ کو خبردار کرنے آئے ہیں کہ جتنی جلدی ہوسکے محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کو گاؤں سے باہر بھیج دیں۔ تاکہ ہم رپورٹ میں لکھ دیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاؤں میں نہیں ہیں یہ آپ کی مہربانی ہوگی۔

دوسری طرف جب آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد عمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ کربوغہ صاحب کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی حضرت

Scanned with CamScanner

مولانا میرا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 13 ربیع الاول 94 بمطابق 4 مارچ 1977ء)
جو کہ بعد میں آپ کے سجادہ نشین بنے کے ذریعے خط بھیجا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں اس طرح آپ انگریزوں کی دسترس سے باہر ہوں گے۔

جب آپ کو یہ خط ملا تو دوسری طرف آپ کے والد صاحب نے بھی آپ سے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں اس پر آپ نے تمام سرکردہ سرداروں اور بزرگوں سے مشورہ کیا جنہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا کہ پولیس کپتان جو کہ انگریز ہے اس کے آنے سے پہلے پہلے آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ لہٰذا آپ گاؤں سے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد عمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں رہنے لگے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا محمد عمر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔ (**انا للہ وانا الیہ راجعون**)

اس دوران میں انگریزوں نے کافی کوشش کی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں مگر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے آخر خفیہ پولیس والوں نے انعام کی لالچ میں آکر آپ کا کھوج لگا لیا کہ آپ کروغہ شریف ضلع کوہاٹ میں مقیم ہیں۔ پولیس کپتان کوہاٹ کی پولیس کے ہمراہ علاقہ دوآبہ گیا اور حضرت کروغہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سے کہا کہ آپ کسی طرح محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں لے آئیں ہم نے ان سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ لہٰذا انگریز نے دھوکے سے حضرت کروغہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کے ذریعے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور آپ کو دفعہ F.C.R 40 / -1- کے تحت 24 جنوری 1931ء کو گرفتار کرلیا۔ نمبر1

آپ کو تین سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ قید کے دوران آپ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور آٹھ سیر چنا روزانہ چکی پر آپ پیسے تھے۔ پورے عرصہ قید میں بیڑیاں ڈالی رہیں مگر انگریز کو کبھی سلام نہیں کیا اسی کو غیرت ایمانی کہتے ہیں۔

آپ کی رہائی اور حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

28 جولائی 1933ء کو آپ کو رہا کردیا گیا۔ رہائی کے بعد آپ اپنے گاؤں سلیمان

۴۹۴

Scanned with CamScanner

خیل میں چار پانچ دن گزارنے کے بعد غازی آباد سرخ کمر (علاقہ آزاد مہمند) تشریف لے گئے - جہاں آپ نے مجاہد اعظم' ولی کامل' عارف باللہ حضرت حاجی سید فضل واحد صاحب نور اللہ مرقدہ (المتوفی 10 شوال 1356ھ / 14 دسمبر 1937ء) المعروف بہ حاجی صاحب ترنگزئی سے بیعت کی اور آپ کے زیر تربیت رہ کر خلافت حاصل کی - آپ کو سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ میں حضرت پائندہ محمد المعروف بہ استاد صاحب ہڈہ شریف سے بھی خلافت حاصل تھی -

جماعت ناجیہ کا قیام اور ترقی کے ادوار

آپ نے 1946ء میں تبلیغ و ارشاد کے لئے جماعتی شکل کی ایک تجویز پیش کی - اس کے لئے اپریل 1946ء میں صوبہ سرحد کے چیدہ چیدہ علماء کرام و صلحاء عظام کا ایک اجتماع بمقام المجاہد آباد منعقد ہوا - تاکہ ایک جماعت کی امامت کے زیر نگرانی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تبلیغ کا انتظام ہو سکے - چنانچہ جملہ حضرات نے آپ کی تجویز کو بالا تفاق منظور کیا اور مجوزہ جماعت کا نام جماعت ناجیہ صالحہ قرار دیا -

جماعت ناجیہ کے اصولوں میں سب سے بڑا اصول یہ طے پایا کہ جماعت حدیث نبوی' ما انا علیہ و اصحابی' کے اصول کے تحت ہر کام کرے گی - جو کوئی اس کی خلاف ورزی کرے خواہ وہ امام جماعت کیوں نہ ہو تو وہ اس کا ذاتی جرم ہوگا اور اس کو ہٹا کر دوسرا امام منتخب کیا جائے گا - علاوہ ازیں جماعت کو جو ملکی یا قومی معاملے پیش آجائیں تو ان کا حل شرعی اصولوں کے تحت ڈھونڈا جائے گا -

1946ء میں مجلس شوریٰ کے مطابق حضرت حاجی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت ناجیہ صالحہ کا پہلا امیر منتخب کیا گیا اور مولانا محمد اسرائیل صاحب مہتمم دارالعلوم نعمانیہ عمرزئی چارسدہ نائب امیر' حکیم عبدالمالک صاحب تخت بھائی مردان ناظم اعلیٰ اور جناب خلیل الرحمٰن صاحب نائب ناظم مقرر ہوئے - جماعت ہذا میں ایک سال کے اندر پانچ سو علماء کرام اور چھ ہزار اراکین مذکورہ اصولوں کے مطابق شامل ہوئے -

تقریباً" ایک سال بعد اپریل 1947ء میں دوسرا انتخاب کروایا گیا جس میں نائب امیر حضرت مولانا سربلند خان صاحب نواں کلے صوابی کو اور مولانا عبدالحلیم صاحب عمرزئی

۲۹۵

چارسدہ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا جب کہ باقی عملہ بدستور وہی رہا اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی -

اس اجلاس میں جماعت ناجیہ صالحہ کے لئے کالے رنگ کے جھنڈے کا انتخاب کیا گیا جس پر کوئی نشان نہ تھا -

مجاہدانہ سرگرمیاں

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ذات ایک ایسی شخصیت تھی کہ انہوں نے کبھی بھی کوئی کام شہرت اور نام و نمود کی غرض سے نہیں کیا بلکہ جو کچھ بھی کیا رضائے الٰہی کے لئے کیا - چنانچہ انگریزوں کے خلاف جتنی لڑائیاں لڑیں یا جہاد کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے - سب اسی غرض سے کیا ہے - لیکن اس کے باوجود بھی حکومت آزاد کشمیر جماعت ناجیہ کے ان شاندار کارناموں کی شکر گزار تھی جو انہوں نے محاذ کشمیر میں سرانجام دیئے تھے -

فخر کشمیر کا خطاب

چنانچہ حکومت نے آپ کو 23 جولائی 1949ء کو راولپنڈی طلب کیا اور آپ کو فخر کشمیر کے خطاب کی سند عطا کی اور ساتھ ہی 20 سالاران جماعت کو بھی سندات بہادری عطاء کی گئی -

جن سالاران اور احباب کو آزاد کشمیر حکومت نے سندات بہادری عطاء کی تھیں ان کے نام درج ذیل ہیں -

1:- نائب امیر المجاہدین مولانا سربلند خان صاحب نواں کلے صوابی
2:- ناظم اعلیٰ مولانا عبدالحلیم صاحب عمرزئی چارسدہ
3:- ناظم نشر و اشاعت حبیب الرحمٰن رستم
4:- سالار اعظم حبیب شاہ صاحب
5:- نائب سالار اعظم پیر سید باچہ صاحب چھوٹا لاہور صوابی
6:- سیکٹری مرکز رحیم اللہ جان صاحب

۹۶ء

Scanned with CamScanner

7:- ناظم مولوی عبدالمستعان صاحب لوند خوڑ
8:- میاں حسن شاہ صاحب
9:- مولوی نظردین صاحب سالار سپلائی
10:- مولوی عبدالحمید صاحب سالار رسل و رسائل
11:- محمد میر غواث صاحب
12:- کریم اللہ صاحب
13:- ناظم سیف الرحمٰن صاحب
14:- عبدالکریم صاحب
15:- محمد اللہ خان سالار
16:- محمد کریم صاحب
17:- محترم فقیر صاحب
18:- میر حاتم صاحب دوآبہ چارسدہ
19:- سیف اللہ ولد فقیر صاحب
20:- غلام حسین صاحب ناظم

احکام شریعت اور سنت نبوی کی تعظیم

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک احترام شریعت اور احترام سنت میں اس طرح مستغرق تھی کہ جس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ شعائر الٰہی کی انتہائی تعظیم فرماتے تھے اور شریعت کا بے حد ادب و احترام ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ احکام شریعت کی بہتر طریقے سے تعظیم فرماتے تھے اور ہر وقت غلبہ محبت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدہوش رہتے تھے۔ نماز کی پابندی خشوع خضوع اور حضور قلب کے ساتھ فرماتے تھے۔ جو کہ بزرگان دین کا خاصہ ہے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر خدا کے حضور عبادت کرتے اور اتنی طویل نماز ادا فرماتے کہ ان کو احساس تک نہ ہوتا تھا کہ نماز میں کتنا وقت گزرا۔ احترام رسولؐ کی یہ حالت تھی کہ معمولی سے معمولی خلاف سنت عمل بھی برداشت نہیں کرتے تھے آپ

کے دل میں وہی شخص قابل احترام تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتا تھا جس کسی نے خلاف سنت کام کیا آپ نے برملا اس سے نفرت کا اظہار فرمایا اور یہی عاشق صادق کا عمل ہوتا ہے ۔

اتباع سنت میں آپ نے اپنے پرائے کا لحاظ نہ رکھا بلکہ شریعت اور اتباع سنت کو مقدم رکھا ۔

آپ کی تصنیفات

آپ صاحب سیف بھی تھے اور صاحب قلم بھی اور شاعر بھی ۔ آپ کی تصانیف میں زیادہ تر منظوم ہیں ان میں چند ایک درج ذیل ہیں ۔

(1) دیوان مداح = ص 288
(2) گلزار مدینہ = 4 حصے
(3) بہار مدینہ منورہ = ص 73
(4) انوار مدینہ منورہ = ص 64
(5) الحمد اللہ = ص 120
(6) اسرار مدینہ = 152
(7) سبحان اللہ = ص 104
(8) یحفتہ الحجاج = 128
(9) ھذا من فضل ربی = ص 42
(10) روضتہ الحبیبؐ = 352
(11) گلدستہ مدینہ = چار حصے
(12) الحق
(13) تحفتہ الحرمین = 14
(14) عبرۃ الحجاج = 140
(15) منازل عقبیٰ = 80
(16) سبحان ربی الاعلیٰ = 148
(17) تحفتہ الحبیبہ = 80
(18) فتبارک اللہ احسن الخالقین = 105
(19) دیوان محمد امین
(20) من رب رحیم = 47

آپ نے اصلاح خلق کی خاطر ایک ماہنامہ الصادقہ بھی جاری کیا تھا اس میں جماعت ناجیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے لئے صفحات مختص ہوئے تھے ۔ آپ کے وصال کے بعد یہ رسالہ بند ہوگیا ۔ آپ نے جگہ جگہ تبلیغ کرکے غیر شرعی رسوم کا استیصال کیا اور صحیح دین لوگوں تک پہنچایا ۔

Scanned with CamScanner

وصال

31 مئی 1958ء / 12 ذیقعدہ 1377ھ بروز ہفتہ چار بجے صبح واصل بحق ہوئے۔ اسی دن چار بجے شام آپ کے سجادہ نشین مولانا میرا گل صاحب ساکن المجاہد آباد عمرزئی نے نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق مجاہد آباد عمرزئی چارسدہ ضلع پشاور کی بڑی جامع مسجد کے پیرار گاہ میں دفن کئے گئے۔

اولاد

آپ کی اولاد میں سات صاحبزادگان اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت سوائے صاحبزادہ روح الامین صاحب کے باقی سارے صاحبزادے چھوٹے تھے۔ جن میں حاجی مولانا فیضان اللہ صاحب، صاحبزادہ عرفان اللہ صاحب، الحاج مولانا الحمد اللہ صاحب اور صاحبزادہ جنا اللہ صاحب شامل ہیں۔ صاحبزادہ عرفان اللہ صاحب کچھ عرصہ ہوا فوت ہوچکے ہیں۔ جب کہ دو بیٹے صاحبزادہ المدح اللہ اور صاحبزادہ سبحان اللہ بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے اور چار صاحبزادیاں اب بھی بقید حیات ہیں جب کہ دو وفات پا چکی ہیں۔ آپ کی دو بیویاں تاحال بقید حیات ہیں۔

حضرت مولانا الحمد اللہ صاحب آپ کے سجادہ نشین ہیں آپ درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں اور جناب مولانا فیضان اللہ صاحب بھی درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں اور علاقے کی ایک سماجی شخصیت ہیں۔

خلفاء

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ میں مجاہد اعظم حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و ماذون تھے اور سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ میں حضرت پائندہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ استاد صاحب ہڈہ شریف کے خلیفہ نے بھی تبرکاً" نقشبندیہ میں اجازت فرمائی تھی اور مدینہ منورہ (زادھا اللہ برکتا" و تعظیما") میں مشہور شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرمؐ کے خوابی اشارے سے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت عنایت فرمائی تھی۔

۹۹م

Scanned with CamScanner

چند نامور خلفاء

1:- حضرت مولانا میرا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین المجاہد آباد عمر زئی
2:- حضرت مولانا شہزادہ صاحب مفتی اعظم جماعت ناجیہ صالحہ رحمۃ اللہ علیہ
3:- حضرت مولانا عبدالحلیم شاہ صاحب عمر زئی
4:- مولانا فردوس احمد خان تور ڈھیری -
5:- حاجی آدم خیل کئی افغانستان -
6:- شیخ رحمت اللہ صاحب شیرپاؤ چارسدہ -
7:- فضل اکبر مرحوم غزگی ترنگزئی -
8:- مرزا صاحب درپڑم افغانستان
9:- جناب محمد کریم نعت خواں شب قدر' چارسدہ
10:- فردوس خان اتمانزئی حال دیر -
11:- صاحب حق آف شیر گڑھ مالاکنڈ ایجنسی
12:- صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب کروغہ کوہاٹ
13:- مولانا عبدالغفور صاحب سعودی عرب
14:- جناب صحبت خان صاحب گلو زئی
15:- جناب غلام سرور خان صاحب بنوں
16:- سالار حبیب شاہ صاحب فیری صوابی

Scanned with CamScanner

مولانا محمد اسرائیل صاحب بمۃ نعیمہ اور تحریک آزادی

مولانا روح اللہ صاحب

مہتمم دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی چارسدہ

مولانا مرحوم 1895ء کو صوبہ سرحد کے مشہور تاریخی گاؤں اتمان زئی تحصیل چارسدہ میں مولانا شاکر اللہ صاحب مرحوم المعروف بہ مولانا صاحب کلدن کے گھر میں پیدا ہوئے - مولانا کا سلسلہ نسب مشہور عالم دین مبلغ اسلام محمد اکبر ترین افغان المعروف باخوند سالاک سے ملتا ہے - اخوند سالاک رحمۃ اللہ علیہ محمد زئی قبیلے کے ساتھ بطور برادری کوئٹہ سے آئے تھے اور پھر یہاں قبیلہ یوسف زئی کے ساتھ محمد زئی کے قریبی روابط اور برادرانہ تعلقات تھے - اس وجہ سے محمد زئی، یوسف زئی، ترین یہ تینوں قبیلے ہمیشہ کے لئے متحدہ طور پر اپنے مخالفین کے ساتھ برسرپیکار رہتے اور اخوند سالاک مرحوم نہ صرف ایک پیر طریقت تھے بلکہ جید عالم، صاحب تصنیف و تالیف اور مدرس بھی تھے اور ساتھ ہی ایک عظیم مجاہد بھی - چنانچہ اخوند صاحب مرحوم نے سلطان بہا کو خان خدی خیل یوسف زئی کے دور میں کوہ ڈوما کے درے کے تاتاری النسل منکرین اسلام کے خلاف زبردست جہاد کیا اور اس دوران ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے -

ابتدائی تعلیم اور دور دراز علاقوں کا سفر

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، پھر مختلف علماء کرام سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے گئے - علوم عقلیہ میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مصنف "صدیقیہ علی المیبذی" اور حضرت مولانا قطب الدین صاحب غور غشتوی المعروف بہ مولانا صاحب کلدن سے حاصل کی جو مرحوم کے جد امجد مولانا احمد سعید کے شاگرد تھے اور اسی طرح تحصیل علم کے لئے افغانستان اور سابق ریاست ہائے صوبہ سرحد

کافی سال تک سفر کیا اور اس کے بعد مولانا مرحوم حضرت مولانا قطب الدین صاحب کے ساتھ بینڈو ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں پر علوم عقلیہ کی تکمیل کی۔

1916ء میں اپنے والد بزرگوار کے ہم عصر اور مخلص دوست حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مرحوم مہاجر کے ساتھ جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد خاص تھے اور انہی کے حکم سے افغانستان ہجرت کر چکے تھے، دہلی تشریف لے گئے، اس وقت مولانا موصوف مدرسہ عالیہ فتح پوری چاندنی چوک میں صدر مدرس تھے، ان کے ساتھ ایک سال رہے، اس کے بعد ان کی ہدایت پر دارالعلوم دیو بند تشریف لے آئے، دارالعلوم میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معقولات کی بعض کتب کی دوبارہ سماعت کی اور اسی طرح حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی مرحوم، حضرت مولانا رسول خان صاحب، حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم محفوظ علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مراقدہم سے استفادہ کرتے ہوئے محقق عصر استاذ العلماء حضرت مولانا شیخ الحدیث سید انور شاہ صاحب کاشمیری قدس سرہ العزیز سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد 1930ء میں وطن تشریف لے آئے اور درس و تدریس میں مصروف ہونے کے ساتھ مجاہد اسلام حاجی صاحب ترنگزئی کے تعمیر کردہ مدارس اسلامیہ کی (جو ابتدائی تعلیم کے لئے بنائے گئے تھے) نگرانی بھی شروع کی۔ مولانا مرحوم نے اپنی انتظامی فطری صلاحیتوں کی بدولت ان مدارس کو ایک منظم شکل دینے کے بعد انہیں وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا شروع کر دیا۔

ہجرت

اسی سال 1920ء میں انگریزوں کے خلاف افغانستان ہجرت کی۔ جب کہ اس وقت حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ قبائل میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم اور آپ کے استاد فاضل حضرت مولانا سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رابطہ اور خطوط رسانی وغیرہ دیگر خفیہ امور پر مامور فرمایا، چنانچہ مولانا مرحوم ان حضرات کے خطوط لے کر

دیو بند تشریف لے جاتے تھے اور بسا اوقات مولانا رحمہ اللہ کے ان مکان سے اسی رات واپس ہو جاتے اور دارالعلوم تک نہ جاتے تھے اور کبھی کبھی اپنے معتمدین سے کام لیتے، چنانچہ ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے نام ایک خط اور بیرسٹر عبدالغفور اور ڈاکٹر گوش کے نام چند خطوط ایک قاصد زید محمد اور شہزاد کے حوالے کئے، راستے میں خیر آباد کے مقام پر یہ قاصد پکڑے گئے، لیکن قاصد نے کمال ہوشیاری اور چابک دستی سے خطوط نگل لئے۔

قومی خدمت میں حصہ

1924ء میں بعض مخلصین اور ہمدردان قوم نے پختون قوم کے فرسودہ نظام کی اصلاح اور باہمی محبت اور اخوت کے قیام کو فروغ دینے کے لئے " انجمن اصلاح افاغنہ " کی بنیاد رکھی اور اس کے ماتحت بمقام اتمان زئی ایک اسکول قائم کیا گیا، جس میں دو شعبے تھے، (1) دینی علوم اور (2) عصری علوم - دینی علوم کے لئے مولانا مرحوم کی خدمات حاصل کی گئیں، جب کہ مولانا شاہ رسول صاحب شاگرد حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ ان کے معاون کار تھے اور عصری علوم کے لئے میاں احمد شاہ ماسٹر اور تاج محمد خان مرحوم وغیرہ حضرات تھے - اس اسکول کی حیثیت ایک مجاہد فورس اکیڈمی کی تھی، جس میں وہ باصلاحیت افراد تیار کئے جاتے تھے، جن میں تقریر و تحریر کے ساتھ جہاد، جفاکشی اور قومی درد کے ساتھ ساتھ دینی جذبات موجود ہوں اور اس کے ضمن یہ درس گاہ ایک سیاسی تحریک بنی جو انگریزوں کے خلاف برسرپیکار رہتے ہوئے خدائی خدمت گار تحریک پر منتج ہوئی -

جمعیتہ العلماء ہند سے وابستگی

1928ء میں مولانا رحمہ اللہ نے جمعیت علماء ہند کی شاخ صوبہ سرحد میں قائم کی اور اس صوبے کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور جمعیتہ العلماء ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ میں بحیثیت نمائندہ صوبہ سرحد گئے اور جمعیت کے مختلف اجلاسوں لکھنؤ، دہلی اور کراچی میں شامل ہو کر اپنے صوبے کی نمائندگی فرماتے رہے -

Scanned with CamScanner

گرفتاری

1929ء میں جب انگریزوں کے خلاف تحریک نے زور پکڑا اور جمیعت العلماء کے تمام سرکردہ قائدین گرفتار کرلئے گئے۔ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام تنگی تحصیل چارسدہ میں ایک عظیم جلسے سے خطاب کرتے ہوئے برملا اعلان جہاد فرمایا۔ مولانا کچھ دنوں (ایام) روپوش رہنے کے بعد، تاکہ جماعت کی تنظیم کے متبادل انتظام کریں، پندرہ مئی کو گرفتار کرلئے گئے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا کے خلاف جس پولیس انسپکٹر نے ڈائری دی تھی اس کا نام غلام محمد تھا۔ مولانا مرحوم نے اس دوران ایک مجاہد فورس تیار کی تھی جو ان کی مسجد کے تہہ خانے میں (جو اب بھی موجود ہے) باقاعدہ بم سازی اور دیگر اسلحے کی تیاری اور حفاظت کرتی تھی، جس کے سرخیل مولانا کے شاگرد خاص مولوی عبدالواحد تھے۔ جو اب بھی زندہ ہیں اور لوند خوڑ تحصیل مردان میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ گوریلا طریقے سے حملہ کرکے انگریزوں کو نہ صرف پریشان بلکہ واصل جہنم کر دیتے۔ چنانچہ لکڑی گودام، پشاور صدر، پشاور ریل پٹڑی کے مشہور واقعات اور اسی طرح دیگر متعدد (جگہوں پر شب خون اس تحریک کی نمایاں کارکردگی تھی)۔

جمعیتہ العلماء افغان کی تنظیم و تاسیس

صوبہ سرحد کے علماء بعض مخصوص سیاسی حالات کی وجہ سے خود اپنے وطن اور اپنے ماحول کی روشنی میں کام کرنا چاہتے تھے، لہٰذا مولانا مرحوم نے چھ اپریل 1931ء مطابق 9 ذی قعدہ 1348ھ کو تقریباً" تمام صوبے کے علماء کا نمائندہ اجلاس بلایا، اس اجلاس کی صدارت جناب مولانا فضل حق صاحب مرحوم نے کی اور علماء سرحد کی ایک منظم اور فعال جماعت بنا کر ملک میں سیاسی، اصلاحی اور دینی کام شروع کیا۔ مولانا مرحوم ایک طرف جمعیتہ العلماء ہند صوبہ سرحد کے ناظم اور دوسری طرف اپنے صوبے کی تنظیم کے بھی نگران اور سرپرست تھے۔ اس جمعیت کی صدارت صاحب حق صاحب رجڑ کے سپرد کی گئی اور نائب ناظم مولانا خلیل الرحمٰن صاحب منتخب ہوئے۔

۵۰۴

Scanned with CamScanner

شریعت بل کانفرنس

جوں ہی مولانا مرحوم قید فرنگ سے آزاد ہوئے تو انہوں نے پھر انگریزوں کے خلاف زبان کھولنے کے ساتھ ساتھ لوگوں پر یہ واضح کرانا ضروری سمجھا کہ ملک کی آزادی کے بعد اس ملک کا قانون اور دستور قرآن و سنت کے مطابق اور تابع ہوگا اور جس طرح کہ " انجمن اصلاح افاغنہ " ابتداء غیر شرعی اور فرسودہ رسومات کے خلاف جدوجہد شروع کر چکی تھی اسی طرح حضرت مولانا اور ساتھ ہی دوسرے علماء امت اس فریضے کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوگئے۔

صوبہ سرحد میں عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی اور ان کے حقوق کی پائمالی ہوتی رہتی تھی ۔ چنانچہ انہوں نے صوبہ سرحد میں وراثت ایکٹ کے اجراء کے لئے عملی جدوجہد شروع کی اور نہ صرف علماء بلکہ اکثر معززین اور مشائخ سرحد کا بھی تعاون حاصل کیا ۔ چنانچہ رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے 1933ء میں مقام پشاور ایک عظیم الشان شریعت کانفرنس منعقد کی، جس کی استقبالیہ کی صدارت جناب عبدالرحمٰن صاحب آف گلی گڑھی ممبر صوبائی اسمبلی نے کی اور نظامت کے فرائض خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لئے ۔ اس اجلاس میں ہندوستان بھر کے ممتاز علماء کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا احمد سعید صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، مولانا ظفر علی خاں صاحب اور دیگر اکابرین ملت نے شرکت کی اور ایک ہمہ گیر تحریک شروع ہوئی ۔

1935ء میں علماء سرحد، مشائخ وطن اور معززین ملک کی مساعی رنگ لائیں، جناب پیر بخش خان صاحب وکیل ممبر اسمبلی نے وراثت بل پیش کیا، جناب خدا بخش صاحب ممبر اسمبلی ڈی آئی خان اور اللہ نواز خان صاحب اسپیکر آف ڈیرہ اسماعیل خان نے تائید کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور دارالعلوم دیوبند کے خوشہ چیں اور حضرت علامہ سید انور شاہ مرحوم کے حلقہ درس کے ایک فرزند کے ہاتھوں یہ کارنامہ تکمیل تک پہنچا ۔

یہ علماء دیوبند کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو مولانا مرحوم کی وساطت اور علماء حق اور مشائخ دین اور روساء وطن کے تعاون سے حاصل ہوا ۔

ہ ہ ہ

1933ء میں مولانا مرحوم اور اس علاقے کے ممتاز عالم دین جناب صاحب حق صاحب رجڑ جو مولانا کے رشتہ دار بھی تھے، صاحبزادہ عبدالقیوم وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد بانی اسلامیہ کالج پشاور بذریعہ میاں صاحب گل خان بہادر اور سعد اللہ خان، خان بہادر نے مولانا رحمہ اللہ سے نامزدگی کے طور پر صوبائی اسمبلی کے نمائندہ ہونے کی درخواست کی۔ لیکن مولانا نے فرمایا کہ "ہم اس اسمبلی میں کس طرح بیٹھ سکتے ہیں جس کے خلاف ہم جنگ کرنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں"۔ مجھے خوب یاد ہے کہ آٹھ سال پہلے اسلام آباد سے سیاسی تاریخ کے ریسرچ کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر ڈاکٹر انعام اللہ خان صاحب مولانا رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے بعض واقعات پوچھنا شروع کئے اور اس ضمن میں یہ سوال کیا کہ "مولانا! کون سے محرکات تھے کہ چند مٹھی بھر علماء کے ہاتھ سے انگریزوں کے دور میں ایک اسلامی دفعہ یعنی قانون وراثت منظور کرانے میں کامیاب ہوئی؟ اور اب مسلمانوں کی حکومت میں منظم تحریکیں چلتی ہیں لیکن کامیابی نہیں ہوتی؟"

مولانا مرحوم نے انتہائی اطمینان سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا واحد سبب بے لوثی خلوص اور ایثار تھا، نہ اسمبلی کی رکنیت کا لالچ، نہ کرسی کی طمع اور نہ اقتدار کی ہوس تھی اور اپنے اکابرین علمائے دیو بند کے نقش قدم پر کما حقہ چلنا ہمارے لئے باعث کامیابی تھا۔

جہاد کشمیر میں شرکت

مولانا رحمہ اللہ 1947ء میں مجاہدین اسلام کے ساتھ عملی شرکت کرتے ہوئے کشمیر کے جہاد میں شامل ہوئے اور بارہ مولا اور اڑی تک پہنچ گئے۔

پاکستان کے قیام کے بعد درس و تدریس میں مصروف رہتے اور دارالعلوم کی خدمت کے لئے اپنا اکثر وقت وقف کیا، انتہائی خود داری کے ساتھ مدرسہ چلاتے رہے اور ہمیشہ درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بالخصوص جلالین شریف، مختصر المعانی، میر زاہد، ملا جلال کے درس سے خصوصی شغف رہا اور آخر میں صحت کی کمزوری کی وجہ سے صرف جلالین کے درس پر اکتفا کیا۔ درس میں نظم و ضبط مثالی تھا اور ہر جگہ ہر وقت حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی مرحوم کے طریقہ تعلیم کو یاد فرماتے رہتے تھے۔

Scanned with CamScanner

سوشلزم کی مخالفت

1969ء میں صحت کی کمزوری کے باوجود پیرانہ سالی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم اور دیگر اکابرین ملت کے ساتھ تمام صوبے اور ملحقہ ریاستوں کے دورے کئے اور لوگوں کو اس باطل نظریئے کے خطرات سے آگاہ کرتے رہے، ایک جم غفیر ان نظریات کے حاملین کے ہمراہ تھے اور کئی قسم کے الزام اور بہتان تراشی سے گریز نہیں کرتا تھا، لیکن اسے علماء حق کی ان نشاندہیوں کی طرف آنا پڑا۔

وفات

1937ء میں دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے، ارکان حج کی ادائیگی کے دوران بیمار ہوگئے لیکن بیماری کے عالم میں بھی تمام مناسک ادا کئے اور وطن تشریف لے آئے اور 21 رمضان 1399ء مطابق 15 اگست 1979ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

(بشکریہ البلاغ کراچی)

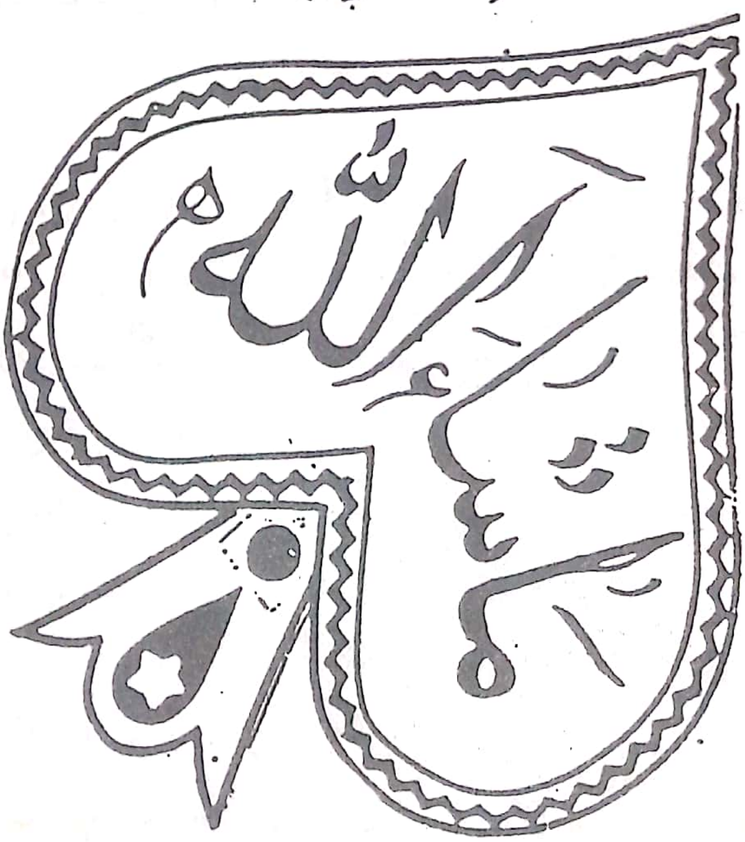

تحریک آزادی کا نڈر سپاہی
حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی

محمود احمد لاہوری
شریک درجہ تخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

نام و نسب و پیدائش :-

آپ کا نام محمد عبدالقیوم ہے آپ پشاور میں 1911ء میں مشہور و معروف علمی گھرانے میں پیدا ہوئے - آپ کا سلسلہ نسب 22 ویں پشت سے صحابی رسولؐ جری سپہ سالار خالد بن ولید سے جا ملتا ہے -

سلسلہ نسب :-

عبدالقیوم بن عبدالحکیم بن محمد امین بن عبدالرحیم بن حافظ احمد خان المعروف بامیر محمد عظیم خان (جوکہ شرح الوقایہ کے قدیم نسخوں پر حاشیہ بھی لکھا ہے اور 1823ء کے عرصہ میں پشاور کے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے)

تعلیم :-

ناظرہ و حفظ کے علاوہ صرف، نحو، ادب، معانی، اصول، فقہ، تفسیر، منطق، فلسفہ ہیئت کی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحکیم پوپلزئی جو اپنے زمانے کے مفتی اور علوم اسلامیہ کے عظیم مدرس اور روحانی شخصیت تھے ان سے حاصل کی، اس کے بعد سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے دو سال تک پڑھتے رہے پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لے کر پانچ سال پڑھتے رہے 1935ء میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی -

آپ کو حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب کے حلقہ درس میں خصوصی نسبت حاصل تھی اور یہی وجہ تھی کہ استاد کامل عکس جمال تلمیذ رشید پر چھا گیا - آپ کی سیاسی بصیرت آپ کے بے مثل استاد کی تربیت کا فیضان تھی - فراغت کے بعد واپس

Scanned with CamScanner

پشاور آکر اپنے بڑے بھائی مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کے ساتھ آزادی کی تحریکوں میں نمایاں حصہ لیتے رہے۔

تحریک آزادی میں حصہ:-

حضرت مفتی صاحب ہمیشہ برصغیر کی آزادی کی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ برطانوی سامراج سے نبرد آزما ہونا انہوں نے اپنا قومی اور دینی فریضہ سمجھا اور اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ وہ مسلمانوں کو اسلام کے سچے اصولوں کی پیروی کرنے کے ساتھ ان میں جنگ آزادی کا سپاہی بننے کا جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف عمل رہے اور جہاد آزادی میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں =

وہ ہمیشہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور اس حق کو غصب کرنے والی قومیں محبان آزادی کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے اور آئندہ بھی ہوں گی وہ کہتے تھے۔ وہ کشمیر میں ہوں یا فلسطین میں ویت نام میں ہوں یا عرب کے مقبوضہ علاقوں میں ہر جگہ قابل خدمت ہے اور ان کا خیال تھا کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ہر مسلمان کا فرض ہے وہ خود بھی مظلوم کی حمایت پر ہمیشہ کمربستہ رہے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ سماجی برائیوں کا خاتمہ اسلام کے لئے دل سے عمل کرنے اور اس کی تعلیمات اور اصول کی پابندی کرنے سے یہی ممکن ہے دین سے بیگانگی چاہے کسی سطح پر کیوں نہ ہو۔ سماجی برائیوں کو پھلنے پھولنے میں مدد دیتی ہے۔ قرآنی اصول کو ایک دم آئینی اور قانونی شکل دینے سے ہی معاشرہ میں انقلاب آسکتا ہے اور سماجی برائیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ اسلام کو اس کا صحیح مقام دلانا ان کی زندگی کا مشن تھا۔

اسی طرح مجلس احرار اسلام پشاور کے صدر رہے 1939ء میں انگریزوں کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں نمایاں حصہ لینے پر دس ماہ تک جیل میں رہے۔

1950ء میں حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں ایک سال ہری پور جیل میں رہے۔

شادی و اولاد:-

1948ء میں آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے - آپ کی زوجہ بخاری و ترکمانستان کے ایک اعلیٰ نسب کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی ان کے والد شہزادہ عبدالرحیم بیگ قوقانی کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے - آپ کی زوجہ محترمہ نیک طینت اور ہر قسم کے حالات میں ہمدرد خاتون ثابت ہوئی مگر پچھلے اٹھائیس برسوں سے اعصابی عارضہ کا شکار ہیں -

آپ کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحب زادے ہیں - سب سے چھوٹا صاحبزادہ مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی اپنے والد بزرگوار اور خاندانی سلسلہ کو چلا رہے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں ہی ایک پروقار تقریب میں انہیں اپنا جانشین مقرر کیا - اس وقت مفتی شہاب الدین زیر تعلیم تھے - یہ باقاعدہ تقریب جامع مسجد قاسم علی خان میں منعقد کی گئی اور اس میں علماء کے علاوہ ہر شعبہ زندگی سے چیدہ چیدہ افراد شریک ہوئے اور یہ دستار بندی آپ نے صاحبزادہ کے شیخ محترم حضرت علامہ سید محمد ایوب بنوری رامت برکاتہم اور وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس کریم اللہ خان درانی مرحوم نے کی -

اولاد کی تعلیم پر توجہ :-

اولاد کی تعلیم کے بارے میں آپ انتہائی وسعت نظری کے قائل تھے' آپ نے اپنے سب بچوں کو اچھی مروجہ تعلیم دلائی - حتیٰ کہ صاحبزادیوں کو بھی آپ فرماتے تھے - کہ انگریزی پڑھو مگر انگریز کی خو سے بچو -

بذلہ سنجی :-

سول نافرمانی کی تحریک میں انگریز جج کی عدالت میں جب تشریف لے گئے - تو جج نے وجہ آمد پوچھی تو مجرموں کے کٹہرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو آپ کے اصل مقام سے روشناس کرانے آیا ہوں -

ایوب خان مرحوم (سابق صدر پاکستان) کے دور میں عائلی قوانین کے خلاف تحریک آپ ہی کے دم سے صوبہ سرحد میں چلی آپ نے اس موقع پر جناح پارک کے ایک عظیم الشان جلسہ عام میں روایتی خطبہ مسنونہ میں ایک جملہ کا اضافہ کیا - خطبہ مسنونہ میں

نعوذ باللہ من شرور انفسنا - ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے -

و نعوذ باللہ من شرور افواجنا - - - اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنی افواج کی شر سے - تو سٹیج پر موجود علماء کرام تڑپ تڑپ گئے اور آپ سے تین مرتبہ اس جملے کا تکرار کروایا -

آپ نے کبھی کبھی کسی بھی ملی و مذہبی مسئلہ پر بے باکی و جرات کی راہ دشوار نہ چھوڑی - انگریز اور انگریز خو لوگوں کے اقتدار اور ظلم و استبداد میں کوئی قید و بند کی صعوبت زباں بندی و تنخواہ بندی عید گاہ سے معزولی اور سی آئی ڈی کی ہمہ وقت رسید کاری کی کسی طور آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکی - آپ کی ساری زندگی ایک تحریکی زندگی تھی - تحریک خلافت میں آپ نے ہوش سنبھالا - تحریک آزادی اور سول نافرمانی کی تحریک آپ کی نوجوانی تھی اور تحریک ختم نبوت آپ کی جوانی بنی - عائلی قوانین کے خلاف تحریک، خاندانی منصوبہ بندی کی دوسری تحریک، تحریک ختم نبوت کا دوسرا طریقہ، یو ڈی ایف اور ڈیگ نامی تحریکیں سن پختگی میں آپ کے ہمراہ رہیں - ان سب تحاریک کے ساتھ پچاس کی دہائی سے تادم آخر قرآن و سنت کا پیغام گھر گھر پہنچانے اور سیرت نبوی کا شہرہ گلی گلی پہنچانے عظمت ازواج مطہرات و اصحاب واہل بیت رسول ﷺ سے روشناس کرانے کے لئے شرک و بدعت اور غیر شرعی اور غیر ضروری رسومات سے چھڑانے کے لئے آپ نے انجمن تبلیغ قرآن وسنت بنا کر شہر کے کونے کونے میں درس قرآن اور درس حدیث کا اہتمام کیا - محرم الحرام، ربیع الاول اور دیگر ایام میں دینی جلسوں کا اہتمام کرکے قرآن و سنت کی روشنی میں توحید و سنت کا پھریرا لہرایا اور شرک و بدعت کی بیخ کنی کی -

یہ سب تحریکیں ایسے مثبت انداز سے چلائی گئیں کہ کبھی بھی کسی فرقہ وارانہ بدمزگی و فساد کی نوبت نہیں آئی - اگر یہ کہا جائے کہ آپ اپنے وقت میں واحد عالم دین تھے - جن کی مثال تسبیح کے دھاگے جیسی تھی غلط نہ ہوگا کیونکہ آپ کے ایام مرض الوفات ہی سے علماء کرام کی صف بندی ٹوٹی تو پھر کسی شخصیت سے جڑ نہ سکی -

۱۱ھ

فتویٰ نویسی :-

شعبہ افتاء میں آپ پر آپ کے شیخ محترم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کا پورا پورا رنگ چڑھا ہوا تھا -

بسا اوقات جب کوئی عالم کسی فتویٰ کے لئے رجوع کرتا تو اس سے املاء کروا کر دستخط ثبت فرماتے وراثت کے مسائل کے حل میں آپ سند مانے جاتے -

اور عدالت کے جج بھی دیوانی مقدمات میں آپ کا ہی فتویٰ قبول کرتے - آپ نے کبھی کوئی فیس وصول نہیں کی - بلکہ آپ کو رضائے الٰہی مقصود تھی - سخت بیماری کی حالت میں بھی سائل کو نامراد نہ لوٹاتے اور ان ایام میں بھی تین چار جواب ضرور املاء کرواتے -

اس کی مہر پر آپ کے اسم گرامی کے علاوہ یہ الفاظ تھے -

مرکزی دارالافتاء سرحد و قبائل جامع مسجد قاسم علی خان پشاور -

زہد و تقویٰ :-

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مسجد میں کھانا اپنے گھر سے منگوا کر سب کے ساتھ تناول فرماتے - کبھی کسی سرکاری امداد کو قبول نہ فرمایا - کسی کے آگے عسرت و تنگ دستی کو ظاہر نہ ہونے دیا - ہمیشہ اللہ پر ہی آسرا رکھا - گناہ گار سے محبت اور گناہ سے نفرت کرتے تھے - فرماتے کہ تین آیتیں مجھے دو رنگی سے روکتی ہے -

(1) کہ میرا کردار میری گفتار کی تصدیق کرے (2) کہ میرا عمل میرے قول سے مختلف نہ ہو - (3) کہ میں دوسروں کو نصیحت اور خودی فضیحت کی مثال نہ بنوں -

وہ آیات یہ ہیں (1) اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم الآیہ - (2) لم تقولون مالا تفعلون الآیہ (3) ما ارید ان اخالفکم الیٰ ما انھاکم عنہ -

آپ کے صاحب زادے فرماتے ہیں کہ مجھے ایک نصیحت فرمائی کہ بیٹا - کبھی کسی معاملے میں لالچ سے بچ جانا کامیابی کی ضمانت ہے -

Scanned with CamScanner

اری / وفات :-

آپ عارضہ قلب میں مبتلا تھے - 1970ء میں پہلی مرتبہ آپ پر دل کا دورہ پڑا اور ہ سال آپ اس مرض کے ہاتھوں ہمہ وقت امتحان میں رہے اس دوران بعض اوقات ل بھر ہسپتال میں زیر علاج رہے کہ آپ کے صبر و ضبط اور راضی برضاء الٰہی کا یہ عالم ا کہ زبان سے اف تک نہ کرے تکلیف میں کسی کو نہ جگاتے اور نہ کبھی تکلیف کا ہار کرتے - سب آپ کے چہرے سے تکلیف کا اندازہ کرتے - زندگی کے آخری تین لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں آئی سی یو میں زیر علاج رہے بعدازاں گھر آنے کے بعد رف دو ہفتے گھر پر گزار کر چوبیس مارچ شب جمعہ رات بارہ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے -

نماز جنازہ میں شرکاء اس قدر زیادہ تھے کہ قصہ خوانی اور مسگراں کے بازار لوگوں ے ہجوم سے ٹھاٹھیں مار رہے تھے - جنازہ کے لئے لاوڈ سپیکر کا بندوبست کیا گیا - آپ کا ماز جنازہ آپ کے فرزند ارجمند مفتی شہاب الدین پوپلزئی (حالا خطیب جامع مسجد قاسم علی ان) نے پڑھایا - تدفین جامع مسجد قاسم علی خان میں ہوئی -

راہ سلوک و احسان :-

آپ فرماتے کہ اسلام نے طریقت و سلوک کی راہ کے لئے احسان کی اصطلاح ستعمال کی ہے - فرماتے ہیں کہ میں نے برادر بزرگ کی طرح سلسلہ بیعت کو گھر سے یں نکالا - آپ ہر چار سلسلہ بیعت میں مجاز تھے اور آپ کا فرزند مفتی شہاب الدین بھی ن سے بیعت ہے اور خلافت بھی انہوں نے رحمت فرمائی آپ نے اپنی تمام زندگی کسی و بھی بدون اپنے فرزند کے بیعت نہیں فرمایا اور فرمایا کرتے تھے کہ طریقت شریعت کی ادم ہے شریعت کو آگے رکھ کر معاونت طریقت سے کی جائے -

دین سیکھے بغیر خادم دین سے فائدہ اٹھایا نہیں جاسکتا - کسی بھی ضرورت مند کو جب ی وظیفہ یا ورد تعلیم فرماتے تو یا یہ قرآن کی آیات یا اسماء حسنٰی میں سے اسم مبارک یا ا کریم ﷺ کی مسنون دعائیں ہوتی - حاجات کی برابری کے لئے فرماتے کہ سجدوں ی کثرت سے حاجتیں پوری کراؤ - فرماتے کہ کرامت اولیاء اللہ کے لئے اعزاز نہیں بلکہ

اعزاز استقامت ہے ۔ فرماتے کہ بیعت کا مطلب اپنے آپ کو بیچ ڈالنا ہے تو کوئی بھی شخص کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ کرلے تو پہلے جان لے کہ تبع سنت سرکار دو عالم ﷺ ہے یا نہیں ۔

سفر آخرت کی آگہی :-

چوبیس مارچ بروز جمعرات بچوں سے فرمایا کہ بس اب مجھے زمین میں لٹا دو اور اسی شب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا ۔

(انا للہ و انا الیہ راجعون ط)

خٹک ماڈل سکول (نرسری تا مڈل)

چراٹ روڈ ڈاک اسماعیل خیل ضلع و تحصیل نوشہرہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ سٹاف کی زیر نگرانی مخلوص دل کے ساتھ بچوں کی ذہنی اور تعلیمی تربیت ، دینی علوم کا مستقل بندوبست - اپنے بچوں کو داخل کرا کے ان کی بہتر مستقبل کی ضمانت حاصل کریں ۔

منجانب :- پرنسپل محمد اشفاق ایم اے پولیٹیکل سائنس

تاریخ آزادی کا ایک نامور مجاہد
حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی

عتیق الرحمٰن صدیقی ایم ۔ اے

ہر روز کیسے ہی لوگ مرتے ہیں اور مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتے ہیں ۔ مگر کوئی بھی ان کا نام لیوا نہیں ہوتا ۔ مگر کچھ لوگ مر کر بھی نہیں مرتے بلکہ انہیں ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے ۔ یہ زندگی انسان کی رفعت و عظمت و تمکنت سے عبارت ہوتی ہے' اور انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے ۔ جنہوں نے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو ملک و ملت کی بھلائی میں صرف کیا ہوتا ہے اور اس راہ کی صعوبتوں اور دشواریوں کا صبر و ہمت کے ساتھ برداشت کر کے ایک قابل تقلید مثال کی نیو رکھی ہوتی ہے ۔

ہری پور شہر کی ہریالی بستی کے باسی حکیم محمد عبدالسلام ایسے ہی عظیم لوگوں میں سے ایک تھے' ان کی ستر سالہ زندگی کا ساتواں حصہ آہنی سلاخوں کے پیچھے گزرا' اس لئے نہیں کہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا ۔ بلکہ اس بناء پر کہ وہ فرنگی سلطنت کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور انگریز کے جور و استبداد کے سامنے کبھی بھی جھکنے کے روادار نہ تھے ۔ وہ جانتے تھے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے ۔ اس لئے آزادی کی نیلم پری کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہونا ضروری ہے ۔

مولانا حکیم محمد عبدالسلام ہری پور سے تین میل دور ایک گاؤں میر پور میں پیدا ہوئے' ان کے والد مولانا محمد دین جید عالم دین اور مجاہد صفت بزرگ تھے ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا' اس لئے تعلیم کے حصول کی خاطر گھر سے باہر نکل کھڑے ہوئے ۔ مختلف دینی کتابیں پڑھنے کے بعد علم طب کی تکمیل کے بعد 1927ء میں مطب کا آغاز کیا' اور اس سال ان کے مطب میں کانگریس کمیٹی کی بنیاد رکھی ۔ 1928ء میں انہیں ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کا صدر منتخب کرا لیا گیا ۔ حکیم صاحب مرحوم اپنی متحرک شخصیت کے باعث جلد ہی ممتاز مقام پر فائز نظر آئے وہ سرحد کانگریس کمیٹی کے صدر اور آل انڈیا کانگریس کی مجلس عاملہ کے رکن چن لئے گئے وہ کئی بار گرفتار کئے گئے ۔ 1939ء میں انہیں اس لئے پابند

مارشل لا لگا۔ انہوں نے بحالی جمہوریت کی تحریک کے قائد ہونے کی وجہ سے ...
چنانچہ انہیں سالہا تین سال کے لئے ڈیرہ غازی خان کیمپ ... میں نظر بند رکھا گیا
بحالی کے بعد تین سال تک ... میں پابند رکھا گیا

حکیم صاحب نے ... وجہ یہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ... کی پالیسی کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا اور مجلس احرار اسلام سے منسلک ہو گئے اور مرتے دم تک مجلس احرار اسلام کے صوبائی صدر رہے۔

قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اور 1951ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ مگر برسر اقتدار طبقہ کی گروپ بندی میں نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔

حکیم صاحب ایک زیرک اور فہیم سیاست دان تھے۔ عیاری و مکاری سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا اس لئے انہوں نے ایسی سیاست سے اپنا دامن بچایا جو مکر و فریب اور ریا کاری سے عبارت ہو انہوں نے حکومت میں عافیت سمجھی مگر ان کی حساس طبیعت انہیں کب چین سے رہنے دیتی تھی۔ اس لئے وہ خدمت اسلام کی خاطر علمائے حق سے وابستہ رہ کر کام کرتے رہے۔ چنانچہ وفات سے قبل وہ جمعیت علمائے اسلام ہزارہ ڈویژن کے امیر تھے۔ اپنی صداقت و فراست کی بدولت طبی دنیا میں انہیں ممتاز مقام حاصل ہوا وہ 1958ء میں گورنمنٹ طبی بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے اور 1965ء میں دوبارہ قرعہ فال بھی ان کے نام نکلا۔ اور حکومت نے انہیں ممبر نامزد کرایا۔ تیسری بار انہوں نے اطباء کی مقبول جماعت پاکستان طبی کانفرنس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا اور تقریباً اٹھارہ ہزار ووٹ لے کر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے وہ اپنی طبی صلاحیتوں اور جاذب نظر شخصیت کی بدولت مرجع خاص و عام رہے۔ دور دور سے لوگ ان کے مطب میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

حکیم صاحب متنوع اور بو قلموں صفات کے حامل تھے۔ سیاسیین کے حلقہ میں بالغ نظر سیاست کی طرف سیاست کے اسرار و رموز بیان فرماتے۔ علماء کی مجلس میں دینی مسائل کی گتھیاں سلجھاتے۔ مریضوں میں تشخیص و تجویز کے مراحل سے گزرتے زمینداروں سے زمین کے مسائل پر ایک زمیندار کی طرح گفتگو کرتے۔ صوفیاء میں

منزلیں طے کرتے ہوئے دکھائی دیتے اور عام لوگوں سے ان کے مزاج کے
کی گفتگو کرتے - حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے - ان میں اتنی خوبیاں
ں کہ اپنے بیگانے پر شکوہ بڑے چھوٹے امیر و غریب سبھی انہیں قدر و منزلت کی نگاہ
یکھتے تھے - وہ نہایت ہی پر تکلف اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے' ان کے
بورت چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوتی تھی - وہ ماتھے پر چنٹ ڈال کر بات کرنے کے
ی نہ تھے - بلکہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے - ان کے طنز میں لطیف سی چبھن
ی اور ظرافت میں مزے کی چاشنی' وہ بات سے بات پیدا کر لیتے - وہ دوستوں کے
ت تو تھے - مگر دشمنوں کے بھی دوست تھے - وہ اپنے مخالف کو جانتے ہوئے بھی اس
احترام کرتے اور کسی کی یاوہ گوئی کو خاطر میں نہ لاتے - وہ دستر خوان کشادہ رکھتے تھے -
یہاں تک کہ اکیلے دستر خوان پر بیٹھنے کے عادی نہ تھے - سیاسی لیڈروں کی آمد ہوتی یا
ہ کی مجلسیں ہوتیں سبھی لوگ حکیم صاحب کے دولت کدہ پر جمع ہوتے -

حکیم صاحب صوم و صلوۃ کے پابند تھے - ان کا یہ معمول تھا کہ صبح سویرے اٹھتے
نماز پڑھنے کے بعد دیر تک تسبیح پڑھنے میں مصروف رہتے وہ باقاعدہ سے قرآن پاک کی
وت فرماتے تھے اور مختلف تفاسیر زیر مطالعہ رکھتے تھے - گھر کے کام کاج کرنے میں کوئی
ار محسوس نہ کرتے تھے' وہ دن بھر مطب میں رہتے اور شام کو دکان بند کر کے گھر
جاتے تھے - سونے سے پہلے اخبارات و رسائل اور کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتے تھے - وہ
زرگوں کا بہت احترام کرتے تھے اور چھوٹوں سے شفقت و پیار سے پیش آتے تھے - وہ
نے کردار کی بلندی اور بے داغ سیاسی ماضی کی بدولت حکمرانوں کے ہاں بھی احترام کی
ہوں سے دیکھے جاتے تھے - مگر حکیم صاحب اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے کوئی
دہ حاصل کرنے کے روادار نہ تھے اور خودی میں مصطفائی کے متلاشی تھے - خوشامد اور
سہ لیسی سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا - وہ عزت نفس کے محافظ تھے اور آخری دم
ک بہ تمام و کمال انہوں نے عزت نفس کی پاسبانی کی - وہ اپنے نظریات اور افکار و
خیالات میں نہایت پختہ تھے اور کبھی کوئی انہیں اپنے نظریات سے سر کا نہ سکتا تھا اور نہ
بھی اقتدار کا جبروت انہیں مصلحت کوش بنانے میں کامیاب ہوسکا' وہ ایسے قلندر تھے جن
ا سرمایہ جزو لا الہ کچھ بھی نہ تھا - ان کے مطب میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی' اور

یہ جسمانی مریضوں کا ہی دارالشفاء نہ تھا - بلکہ سیاسی مریضوں کے لئے بھی عافیت کدہ کی حیثیت رکھتا تھا - بیسویں صدی کے متعدد عظیم علماء اور سیاسی رہنما ہری پور تشریف لائے اور انہیں حکیم صاحب کے دارالشفاء میں چین نصیب ہوا -

عیدالاضحیٰ کے دوسرے روز حکیم صاحب کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ صاحب فراش ہوگئے - دوائیں دی جاتی رہیں - مگر حکیم صاحب کی طبیعت بگڑتی چلی گئی اور بائیس جنوری کو رات گیارہ بجے انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی - حکیم صاحب کی وفات کی خبر سے فضا میں ایک سکتہ طاری ہوگیا - ہری پور کی تمام بستی افسردہ اور غمگین ہوگئی، چہرے اداس ہوگئے، طبیعتیں مضمحل اور آنکھیں اشکبار آنکھیں رندھی ہوئی تھیں اور آہوں کا ایک دھواں تھا جس سے فضا رچی بسی تھی اور حکیم صاحب کا چہرہ تھا کہ ایمان کے نور سے جگمگا رہا تھا - اسی عالم میں ایک جسد خاکی کو دفن کردیا گیا اور برصغیر کی جدوجہد آزادی کا ایک چلتا پھرتا باب کتاب برزخ سے جوڑ دیا گیا -

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

معیار اور کوالٹی ہماری پہچان
گھروں دفاتر اور مساجد و مدارس کے لیے یکساں ضرورت
فرش کو خوبصورت اور پائیدار بنانے کے لیے
ہماری خدمات حاصل کریں۔
رضا ماربل اینڈ چپس فیکٹری
ورسک روڈ پشاور ، فون 091-272073

عصر کی تیسری مکمل فہرست از جنوری 1997ء تا دسمبر

رتب خدا ئیداد معلم
درجہ خاسہ جامعہ عثمانیہ

مضمون

صدائے عصر

(ا)

۱۔ عیسائیت کی ترویج اور علماء کی ذمہ داریاں ۲
۲۔ نگران حکومت اور قادیانی مفادات کا تحفظ ۵
۳۔ قرض اتارو ملک سنوارو ۹۸
۴۔ آٹھویں آئینی ترمیمی بل کے متنازعہ دفعات کا خاتمہ ۱۳۶
۵۔ رحمت کائنات کے مصنف رب کائنات کے حضور میں ۱۹۳
۶۔ عصری تقاضوں کا احساس یا یورپ کی عیاری سے مرعوبیت ۲۴۲
۷۔ امریکہ کی ناز برداریاں ۲۹۰
۸۔ تعمیر انسانیت کے مراکز تاریخ کے آئینہ میں ۳۳۸
۹۔ امریکہ کی نئی پالیسی کے اثرات ۳۸۴

محاسن القرآن مفتی غلام الرحمن ۱۰۲،۱۵۰،۲۴۶،۲۹۹
۱۰،۲۱۵

(۳) احادیث نبویہ ﷺ اور اسوہ حسنہ

۱:۔	آنحضرتؐ بحیثیت شفیع المذنبین	مولانا اکرام اللہ	۱۰۵
۲:۔	تدوین حدیث	واجد علی شاہ	۱۳۹
۳:۔	جدید دور اور اطاعت رسولؐ	طاہر حمید قادری	۲۳۱
۴:۔	بیمار پرسی اسوہ حسنہ کی روشنی میں	مولانا اکرام اللہ	۲۶۸

دارالافتاء

۱:۔	شکوک و شبہات یا طلاق کی حکایت سے طلاق واقع نہیں ہوتی	مفتی غلام الرحمٰن	۱۱
۲:۔	دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۵۴
۳:۔	نواسے کا محروم ہونا	مفتی غلام الرحسمن	۱۱۰
۴:۔	رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح	مفتی غلام الرحمٰن	۱۵۸
۵:۔	دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۱۵۸
۶:۔	دعوت و تبلیغ میں خواتین کی جماعتوں کی تشکیل		
۷:۔	اولاد کے بارے میں مورث کی زندگی میں کئے ہوئے تصرفات کی شرعی حیثیت		
۸:۔	لاپتہ شخص کی جائیداد غیر منقولہ کی فروخت		
۹:۔	دو فریقین کے باہمی تنازعہ کی صورت میں بیانات اور فیصلہ اس دفعہ شامل دارالافتاء ہے		۲۸۹

علمی تحقیق اور مقالات

۱ شرکت کے اسباب مفتی غلام الرحمان ۱۷

۲ مزارعت اور مساقات ۶۰

۳ شرکت کی اقسام ۱۸۶

Scanned with CamScanner

شرکت کے احکام ۲۷۱

ول مشترکہ سے انتفاع کا طریقہ کار مفتی غلام الرحمان
ریک عمل برائے نفاذ شریعت کی سرگرمیاں حافظ محمد نسیم ۲۳۸
یسویں صدی کا صیہونی تحفہ ابلیسی مذہب مولانا سرفراز ۳۲۶
سانی ترقی کا صحیح اور غلط تصور مفتی نجم الرحمان صاحب ۳۴۴
ضرت مجدد الف ثانی سے متعلق کچھ غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ عبیدالرحمان ۳۵۹
مہ مجتہدین کی دربار میں قبولیت مولانا محمد زاہد ۳۶۵

معیشت اور اسلام

سودی معیشت	مولانا مفتی ذاکر حسن صاحب	۱۱۳٬۵۷
یکس کی شرعی حیثیت		۴۰۳
نسانی دماغ کیسے نشوونما پاتا ہے۔ مشرق میگزین ۱۶۱		
ر مردار اور قوم لوط کی عبرت آموز تحقیق		۱۵۴
ختلاف فقہاء کی اسباب	محمد تقی امینی	۲۵۴
یروئن کیا ہے؟	ڈاکٹر انعام اللہ	۲۶۵

دعوت و تبلیغ، سلوک اور اصلاح معاشرہ

ثق باللہ	مولانا محمد یوسف	۹۱
ایک گناہ بے لذت	مولوی فداء اللہ	
رس عربیہ کا کردار	مولانا حسن جان	۳۴۸
لامی معاشرہ میں مدارس عربیہ کا کردار	محمد وسیم خان	۷۸

Scanned with CamScanner

اخبار الجامعہ

جامعہ کی تقریب یوم سرپرستان مولانا حسین احمد ۳۸۲
نقد و تبصرہ
انتخابی اصلاحات سے متعلق
و سنت کی تعلیمات مولانا نجم الرحمان ۹۵
انوار حق مولانا حسین احمد ۴۳۱
یاد رفتگان
مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
حیات اور خدمات کا تذکرہ حافظ نثار احمد ۲۰۲
مولانا حبیب اللہ مختار
386

اسلامی تحریک مجاہدین اسلامی کی سرگرمیاں

تحریک آزادی اور علماء مفتی غلام الرحمٰن 391
اسلام اور تصور آزادی مولانا ذاکر حسن 394
تحریک آزادی کا پس منظر مفتی نجم الرحمٰن 400
تحریک آزادی اور فتویٰ ماخوذ از حاجی صاحب ترنگزئی 409
تحریک آزادی میں مدارس عربیہ کا کردار ایضاً" 412

تحریک آزادی کے چند نامور مجاہدین کا تذکرہ

حاجی صاحب ترنگ زئی

مولانا سیف الرحمٰن

مولانا عبدالخالق

حاجی محمد امین

مولانا محمد اسرائیل

مفتی عبدالقیوم پوپلزئی

حکیم عبدالسلام

مولانا تحمید اللہ جان 442

ڈاکٹر نوشاد 473

ڈاکٹر محمد حنیف 480

مولانا محمد قاسم 491

مولانا روح اللہ 501

مولانا محمود احمد لاہوری 508

عتیق الرحمٰن صدیقی 516

حافظ کمپیوٹر کمپوزنگ

اینڈ پرنٹنگ سروسز

2565886 ©

پروپرائیٹر: حافظ محمد جعفر

رحمانیہ مارکیٹ دوکان نمبر 2

محلہ جنگی پشت قصہ خوانی پشاور شہر

سنہری موقع!!!

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

SPECIALIZATION IN FAQA-ISLAMI AND IFTA

کے طلباء کے لئے تحقیق و ریسرچ کے مراحل میں مراجع و ماخذ کی دستیابی میں مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجلس شوریٰ نے چھٹے تعلیمی سال کے تخمینی بجٹ میں اولین مرحلہ میں ایک لاکھ تیس ہزار روپے (1'30'000) کی کتابیں خریدنے کی منظوری دی ہے۔

اگر آپ ایک صحیح عالم دین کی بے لوث دینی خدمات میں قیامت تک صدقہ جاریہ کے طور پر شریک ہونا چاہتے ہیں اور یقیناً" چاہتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا مقدس نام لے کر کتابیں خریدنے کا سنہری موقع ضائع نہ کریں۔

توجہ فرمائیں !!

طلباء میں عصری تقاضوں کے احساس پیدا کرنے کے لئے جدید آلات سے استفادہ وقت کی اہم ضرورت ہے - عصری تقاضوں کا سمجھنا اور مشکلات کے لئے مثبت لائحہ عمل تیار کرنا علماء کے لئے موجودہ دور کا بڑا چیلنج ہے - جامعہ عثمانیہ نے اس کا احساس کر کے آئندہ سال طلباء کو
کمپیوٹر سے روشناس کرانے کا فیصلہ کیا ہے - درد دین رکھنے والے حضرات اس اہم موقع پر

(کمپیوٹر خریدنے کے لئے)

خدمات پیش کر کے جامعہ کی سرپرستی فرما سکتے ہیں - خدا کرے کہ آپ کی حلال آمدنی سے دین کے طلباء عصری مشکلات پر قابو پا سکیں -

اخبار الجامعہ

ملک کے بڑے بڑے مشاہیر علماء و اولیاء جامعہ تشریف آوری فرماتے ہیں - 23 نومبر 1997ء بروز بدھ عالمی تحفظ ختم نبوت کے سرپرست پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد آف کندیاں نے جامعہ میں قدم رنجی فرمائی - مختصر سے قیام اور دعا کے بعد رخصت ہوگئے - جامعہ کی ترقی میں ایسے حضرات کی دعاؤں کا بڑا دخل ہے -

امسال جامعہ کے 60 طلباء نے وفاق المدارس کے تحت امتحان دیا - شعبہ حفظ کے چھ طالب علم تھے اور درس نظامی کے 54 وفاق المدارس والوں نے اس سال جامعہ عثمانیہ کو امتحانی سنٹر مقرر کیا تھا -

امتحان ختم ہونے کے بعد چار دسمبر سے سالانہ تعطیلات پر طلباء کرام رخصت ہوگئے - سات فروری 1998ء کو دوبارہ جامعہ کھلے گا - اس تاریخ کو قدیم طلباء نئے تعلیمی سال کے لئے اپنے داخلوں کی تجدید کریں گے - 10,9,8 فروری کو نئے طلباء کے داخلے ہوں گے - 11 فروری کو شعبہ تخصص فی الفقہ میں فارغ التحصیل طلباء کا داخلہ ہوگا - جبکہ بارہ فروری کو باقاعدہ نئے تعلیمی سال کے اسباق کا افتتاح ہوگا -

ان ایام میں اگرچہ عام تعطیلات ہوتی ہیں - لیکن جامعہ کے مندرجہ ذیل شعبے باقاعدہ کھلے رہیں گے - (1) دفتر اہتمام :- متعلقین اور نو واردین کسی بھی وقت رابطہ قائم کرسکتے ہیں - (2) دارالافتاء :- جامعہ کا اہم شعبہ ہے جس سے سائیلین کی زبانی اور تحریری جوابات سے تشفی کی جاتی ہے - (3) العصر :- ماہنامہ العصر کا دفتر بھی باقاعدہ کھلا رہے گا -

۱۴۲ ہ

العصر کا شمارہ عموماً" 48 صفحات کا ہوا کرتا ہے۔ خصوصی نمبر کی وجہ سے اس دفعہ رسالہ 144 صفحات پر مشتمل ہے۔ جو در حقیقت تین رسالے بنتے ہیں۔ تاہم یہ رسالہ نومبر اور دسمبر کا متصور ہوگا۔ آئندہ سال کے لئے سالانہ فیس خریداری 80 جبکہ فی پرچہ قیمت 8 روپے ہوگی اور خصوصی نمبر کی قیمت 15 روپے ہے۔

۲۔۵

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

ترجمہ:۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر اس کام کے، سو تو اسی پر چل

قوابل الادم

بنوں
برانڈ
ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ

سولہ ۱۶ اجزاء مجموعہ

بنوں
سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ
دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، امچور، انار دانہ، تیز پتہ
جائفل، لونگ، اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

REGD. NO. P - 402
MONTHLY - AL - ASR PESHAWAR

ہر روانہ اپیل

جامعہ عثمانیہ کی آپ کی خدمت میں

بحمد اللہ تعالیٰ جامعہ عثمانیہ پشاور کی ظاہری اور باطنی ترقی میں آپ جیسے بے لوث خدام دین کی توجہات کا فعال کردار رہا ہے اس مختصر مدت میں خلاف توقع ترقی محض اللہ کے فضل و کرم اور آپ جیسے حضرات کی توجہات کی مرہون منت ہے وسائل فقدان کے باوجود گذشتہ سال سے جامعہ میں درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا اجراء اور جامعہ کے ساتھ متصل مکان کی چار لاکھ روپے میں خریداری حوصلہ افزا اقدام ہے آپکو معلوم ہوگا کہ جامعہ کی تعلیمی و تعمیری کارکردگی اکتالیس رکنی مجلس شوریٰ کے موقر اراکان حضرات کے مشوروں اور فیصلوں کی تابع ہے جس کے لئے ہر سال جمادی الثانیہ کے آخری عشرہ میں اجلاس ہوتا ہے امسال 2 نومبر 1996ء [illegible] منعقدہ اجلاس میں آئندہ تعلیمی سال نمبر 5 کے لئے درجہ خامسہ کے اضافہ اور دوسرے درجات میں جزوی اضافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے 12'12'487 (بارہ لاکھ بارہ ہزار چار سو ستاسی روپے) تخمینی بجٹ کی منظوری دی گئی ہے جبکہ سال رواں میں جامعہ کے لئے متصل مکان کی خریداری کی وجہ سے جامعہ تین لاکھ سے زائد کا مقروض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت [illegible] مجلس شوریٰ کے مخلص اراکین، علماء دیندار اور خدا ترس [illegible] خواہش انشاء اللہ شرف قبولیت حاصل کرے گی لیکن عالم اسباب [illegible] سے رابطہ رکھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اور امید [illegible] یقیناً [illegible] جامعہ کا کچھ حصہ ہو گا۔

خدا کرے کہ آپکی زکواۃ عطیات سے جامعہ کے متوقع اخراجات اور قرض کا ناقابل تحمل بوجھ جزوی یا کلی طور پر پورا ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے (آمین)

آپ کا خیر اندیش
مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ نوتیہ روڈ پشاور
فون: 273561

اکاؤنٹ نمبر
1204-96
حبیب بنک برانچ پشاور صدر

Scanned with CamScanner